# باغِ فدک

## شیعہ و سُنّی نظریات کی روشنی میں

تالیفِ لطیف:

محسن الملک نواب محمد مہدی علیخان صاحب حیدرآبادی

ناشر:

مکتبہ نبویہ - گنج بخش روڈ ○ لاہور

## معاونین تقسیم

— مکتبہ تعمیر انسانیت۔ اردو بازار۔ لاہور
— مدینہ پبلشنگ کمپنی۔ کراچی
— عباسی کتب خانہ کراچی
— رضویہ کتب خانہ۔ کراچی
— کتب خانہ مولوی محمد رمضان
شاہی بازار حیدرآباد
— مکتبہ اویسیہ۔ بہاولپور
— کتب خانہ حاجی محمد مشتاق۔ ملتان
— مکتبہ فریدیہ۔ ساہیوال
— نوری کتب خانہ۔ لاہور
— شرکت حنفیہ۔ لاہور
— المعارف۔ لاہور
— الکتاب۔ لاہور
— ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔ لاہور
— مکتبہ حامدیہ۔ لاہور
— مکتبہ نوریہ رضویہ۔ لاہور
— مکتبہ رضوان۔ لاہور
— رضا پبلی کیشنز۔ لاہور
— مکتبہ رحمانیہ۔ لاہور
— دارالمؤمنین۔ اسلام آباد
— شیخ عنایت اللہ اینڈ سنز۔ لاڑکانہ

— حامد اینڈ کمپنی۔ لاہور
— نعمانی کتب خانہ۔ لاہور
— مکتبہ برکاتیہ۔ لاہور
— مکتبہ قادریہ۔ لاہور
— چشتی کتب خانہ۔ فیصل آباد
— مکتبہ معین الاسلام۔ فیصل آباد
— مکتبہ غوثیہ رضویہ۔ گوجرہ
— اسلامی کتب خانہ۔ راولپنڈی
— مکتبہ رضائے مصطفےٰ۔ گوجرانوالہ
— اسلامی کتب خانہ۔ سیالکوٹ
— مکتبہ رضویہ۔ پشاور
— سُنّی دارالاشاعت۔ فیصل آباد
— مکتبہ رضویہ۔ بریڈفورڈ۔ برطانیہ
— مکتبہ رضا۔ مانچسٹر۔ برطانیہ
— اسلامک فاؤنڈیشن۔ واشنگٹن۔ امریکہ
— بیت الرضا۔ نیوجرسی۔ امریکہ


نام کتاب : باغ فدک شیعہ سنی نظریات کی روشنی میں
مصنف : محسن الملک نواب محمد مہدی علی خاں صاحب
صفحات : ۱۹۲
ناشر : مکتبہ نبویہ۔ گنج بخش روڈ لاہور
طابع : الکتاب پرنٹرز۔ لاہور
قیمت : ۵۰/۱۰ روپے

# موضوعات


| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ |
|---|---|---|
| ۱ | دیباچہ — تعارف فدک | |
| ۲ | بحث فدک | ۲ |
| ۳ | فدک کی حقیقت | ۲ |
| ۴ | باغ فدک کی حدود | ۲ |
| ۵ | باغ فدک کی آمدنی | ۲ |
| ۶ | باغ فدک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں | ۶ |
| ۷ | فیئ کے معانی | ۱۰ |
| ۸ | فیئ کا تصرف | ۱۰ |
| ۹ | باغ فدک کا ہبہ | ۲۲ |
| ۱۰ | کیا حضور نے حضرت فاطمہ کو فدک ہبہ کیا تھا ؟ | ۳۰ |
| ۱۱ | روافض کے اختلافات | ۶۶ |
| ۱۲ | شیعوں کی روایات میں تضاد | ۶۶ |
| ۱۳ | فدک کی آمدنی پر حضرت فاطمہ کا تصرف | ۹۰ |
| ۱۴ | کیا حضرت فاطمہ نے فدک کا قبضہ لیا تھا؟ | ۱۰۴ |
| ۱۵ | کیا حضرت فاطمہ نے حضرت صدیق سے باغ فدک کا دعویٰ کیا تھا؟ | ۱۰۷ |
| ۱۶ | اقوال و روایات پر بحث | ۱۲۹ |
| ۱۷ | شیعوں کی روایات میں تناقض | ۱۴۶ |
| ۱۸ | شیعہ مصنفین کی تحریروں کا محاسبہ | ۱۵۸ |
| | خاتمہ البحث والکتاب | ۱۸۴ |

# تعارفِ فدک

شمالی حجاز میں خیبر کے قریب ایک قدیم قصبہ جو یاقوت کے بیان کے مطابق مدینہ منورہ سے دو یا تین دن کی مسافت پر واقع ہے۔ بظاہر اس نام کی کوئی شئے اب موجود نہیں ہے۔ البتہ حافظ وہبہ (جزیرۃ العرب فی القرآن العشرین صہ۱) نے بیان کیا ہے کہ الحویط (پروفیسر حیتی۔ الحائط) کا گاؤں جو کہ حرہ خیبر کے آخری سرے پر واقع ہے۔ فدک ہی کی پرانی بستی کی جگہ آباد ہوا ہے خیبر کی طرح فدک بھی یہودی کاشت کاروں کی ایک آبادی تھی یہاں پانی کے چشمے تھے اور کھجور کے سرسبز اور بارآور درخت تھے۔ اناج کی پیداوار ہوتی تھی۔ یہ قصبہ دستکاری کے لئے بھی مشہور تھا اور یہاں کمبل بنے جاتے تھے۔

۷ھ میں فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محیصہ بن مسعود انصاری (رضی اللہ عنہ) کو اہل فدک کی طرف روانہ کیا تاکہ انہیں دعوتِ اسلام دیں۔ اس زمانہ میں ان کا سردار یوشع بن نون یہودی تھا (بقول ابن حزم آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی اہل فدک کے بنو عبداللہ بن سعد کی طرف بھیجا تھا (جوامع السیرۃ ص ۲۱۰ انساب الاشراف صہ۳۷۸) نے اہل فدک نے اسلام تو قبول نہیں کیا لیکن انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس شرط پر صلح کر لی کہ نصف زمین کی پیداوار مسلمانوں کے حوالے کریں گے۔ چنانچہ بغیر جنگ وجدل یہ سرزمین اللہ تعالیٰ نے (بطور فیٔ) اپنے رسول کو عطا کی۔ فدک کی زمین اور باغات وغیرہ حضور کی زندگی میں آپ کے لئے مخصوص رہے اور آپ ان کی آمدنی کو اپنے اہل بیت ابنا السبیل (مسافروں) کے اخراجات کے لئے استعمال فرماتے رہے۔ ابوداؤد (باب الصفایا رسول اللہ) اور ابو واقدی (باب صدقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

کے مطابق تین زمینیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص تھیں۔
(۱) ارض بنی نضیر (مدینہ) جس کی آمدنی ناگہانی ضروریات کے لئے استعمال ہوتی تھی۔
(۲) ارض خیبر۔ جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین حصوں میں تقسیم فرما دیا تھا۔ دو حصے عام مسلمانوں کے لئے اور ایک حصہ ازواج مطہرات کے سالانہ مصارف کے لئے اس میں سے جو کچھ بھی بچ جاتا وہ غریب اور نادار مہاجرین کی اعانت میں صرف ہوتا۔
(۳) فدک کی زمین۔ جو ابنائے السبیل کے لئے وقف تھی (فتوح البلدان ص۳۴)
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حکم بن سعید بن ابی العاص کو فدک اور مدینہ کی بستیوں کا والی مقرر فرمایا (جوامع السیرۃ ص۲۴)
خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے تک یہود فدک میں آباد رہے بعد میں انہوں نے یہودیوں کے حصے کی قیمت ادا کر دی اور انہیں وہاں سے نکال کر شام کی طرف بھیج دیا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خیبر اور فدک کی زمین اور باغات کی حیثیت کے بارے میں صحابہ کرام کے درمیان اختلاف رائے رونما ہوا۔ ایک طرف حضور کی ازواج مطہرات نے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ رسول اللہ کے ترکے سے ان کا ایک حصہ ادا کیا جائے دوسری طرف آپ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب اور آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے تقاضا کیا کہ خیبر اور فدک کی جائیداد حضور کی میراث کے طور پر ان میں تقسیم کی جائے (بعد میں حضرت علی بھی حضرت فاطمہ کی وجہ سے اس معاملہ میں فریق بنے۔)
کتب حدیث اور تاریخ میں جو روایات ملتی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر نے ایک اصول کی بنا پر یہ مطالبہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا یہ زمین اس مصرف میں لائی جائے گی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود لایا کرتے تھے اور اس میں وراثت کا اصول نہیں چلے گا حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما بھی یہی موقف اختیار کیا۔ اور پھر حضرت علی اور حضرت حسین نے بھی

یہی حیثیت برقرار رکھی ۔ (البلاذری ۔فتوح البلدان ص۳۷) اس موقف میں حضرت صدیق کے پاس یہ حدیث تھی ۔

لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَۃٌ ۔ "ہمارا کوئی وارث نہیں ہوگا ۔ہم جو کچھ چھوڑ جائیں گے صدقہ ہوگا" حضرت ابوبکر کے انکار پر حضرت فاطمہ رنجیدہ خاطر ہوئیں اور بہ تقاضائے بشریت ایک قدرتی بات تھی ۔لیکن حضرت ابوبکر صدیق حضرت فاطمہ کی علالت کے زمانہ میں ان کی عیادت کے لئے گئے ۔ دل جوئی کی اور اصول وراثت پر وضاحت سے گفتگو کی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دل سے غم دور کر دیا (ابن کثیر یا البدائیہ والہنائیہ ص۳۳۳) اور یہی خانوادۂ رسول کی شان تھی ۔ اس کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت فاطمہ اور جملہ اہل بیت سے معاش کے سلسلہ میں جملہ مراعات برقرار رکھیں ۔فدک کا قضیہ خلفائے راشدین کے بعد کبھی بنوہاشم اور کبھی ان کے خلاف چلتا رہا ۔عہد بنوامیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بنوہاشم کی دلجوئی کی مگر اس خانوادے کے دوسرے افراد اسے اپنی ضرورتوں کے مطابق استعمال کرتے رہے یہی صورت بنوعباس کے زمانہ میں رہی لیکن اس کا وہ مصرف برقرار نہ رکھا جا سکا جس کی بنیاد پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے ساری قوم کی ملکیت قرار دیا تھا ۔ ڈاکٹر امین اللہ وثیر

## شیعی نقطۂ نظر

فتح خیبر سے فراغت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل فدک کو دعوت اسلام دی ۔ اہلِ فدک نے صلح کی درخواست کی اور نصف زمین معاہدے میں دینی قبول کی ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بر شرط قبول فرمائی ۔ اور اس وقت سے یہ زمین آپ کے لئے مخصوص ہو گئی ۔ (فتوح البلدان ص۲۹ تا ص۳۲) اور مختلف دینی اور نجی مقاصد کے لئے اس سے استفادہ کرتے رہے ۔ بعد ازاں یہ علاقہ حضور نے اپنی بیٹی فاطمۃ الزہرا کو عطا فرما دیا ۔کیونکہ قرآن مجید کی آیت "اٰت ذا القربیٰ حقہ والمسکین وابن السبیل (۱۷ بنی اسرائیل ۲۶) میں اس بات کی تصریح موجود ہے (معارج النبوت رکن سوم ۱۲۸) (مجمع البیان الطبرسی جلد دوم ص۱۲۸) اور التفسیر العمی جلد دوم صفحہ ۱۸) مذکورہ بالا آیۃ کریمۃ

مدینہ میں نازل ہوئی تھی۔ اس کی تائید کتب احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً الکافی جلد اول صفحہ ۵۴۳ ۔ بحار الانوار، سفینۃ البحار جلد اول صفحہ ۳۵۱ ۔ کتاب الاحتجاج صفحہ ۵۰ ۔ علی متقی کنز العمال جلد دوم صفحہ ۱۰۸ ۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ نے فدک کا دعویٰ کیا تو اس کے جواب میں حضرت ابوبکر صدیق نے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ نحن معشر الانبیاء۔ لا نورث ما ترکن صدقۃ (البخاری) ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوگا جو کچھ ہم چھوڑ جائیں گے وہ صدقہ ہوگا۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے گواہوں اور تقریر کے ذریعہ اپنے حق پر روشنی ڈالی (الاحتجاج ص۵۹)، دلائل الامامۃ ص۳۱۔ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جلد چہارم ص۷۹ ) لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس کام کو کرتے تھے میں اس کو اسی طرح کروں گا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر کبیدہ خاطر واپس چلی گئیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا سے ناراض رہیں (البخاری۔ جامع الصحیح مطبوعہ دہلی جلد دوم ص۹۹۴ )

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجتہاد فرمایا۔ اور فدک کی تولیّت حضرت علی اور حضرت عباس کو دے دی (یاقوت۔ معجم البلدان، جلد صفحہ ۸۵۵ ) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد میں بھی فدک مسلمانوں کے لئے صدقہ تھا (البخاری جامع الصحیح صفحہ ۴۳۶ ) امیر معاویہ نے اپنے عہد میں یہ جاگیر مروان بن الحکم کو دے دی، مروان نے اپنے فرزند عبد العزیز کو دے دی۔

حضرت عمر عبد العزیز نے خلیفہ ہوتے ہی یہ علاقہ حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب یا زین العابدین کو واپس کر دیا لیکن یزید بن عبد الملک نے اسے پھر واپس لے لیا۔

بنو عباس کے پہلے حکمران ابو العباس السفاح نے فدک اہل بیت کے وارثوں کو دے دیا۔ لیکن المنصور نے ضبط کر لیا۔ المہدی نے پھر واپس کر دیا۔ (عمدۃ الاخیار صفحہ ۳۹۵) جب مامون خلیفہ ہوا تو اس نے فدک بنو ہاشم کو دے دیا۔ (ابن ابی الحدید جلد چہارم صفحہ ۸۱) ۲۳۲ھ میں المتوکل تخت نشین ہوا تو اس نے فدک پر قبضہ کر کے عبد اللہ بن الباز یار کو جاگیر میں دے دیا۔ اس کے بعد فدک ویران ہو گیا۔

مرتضیٰ حسین فاضل

# بحث فدک کے مآخذ


۱ البخاری ۔ الجامع الصحیح ۔ الجزء الاول ، مطبوعہ بیروت

۲ مسلم ۔ الجامع الصحیح (الجزء الثانی) مطبوعہ قاہرہ

۳ احمد بن حنبل ، المسند (الجزء الاول تحقیق احمد محمد شاکر مصر ۱۳۶۵ھ)

۴ ابو داؤد ، سنن (الجزء الثالث (مطبوعہ قاہرہ)

۵ الترمذی ، الشمائل النبویہ ۔ دہلی ۱۳۵۲ھ

۶ الترمذی ۔ الجامع الصحیح (الجزء الرابع) قاہرہ ۱۳۸۴ھ

۷ العسقلانی ۔ فتح الباری (الجزء السادس) قاہرہ ۱۳۴۸ھ

۸ ابن ہشام سیرۃ الرسول (الجزء الثانی طبع جرمن ۱۸۶۵ء

۹ ابن القیم ۔ زاد المعاد (الجزء الثانی) قاہرہ ۱۳۲۴ھ

۱۰ ابن حجر الہیتمی ۔ الصواعق المحرقہ قاہرہ

۱۱ حافظ وہبہ ۔ جزیرۃ العرب فی القرآن ۱۳۵۴ھ

۱۲ الدیار البکری ۔ تاریخ الخمیس (الجزء الثانی) ۱۳۵۲ھ

۱۳ ابو الحیان التوحیدی ۔ الامتناع والمؤانسۃ (الجزء الثانی) بیروت

۱۴ ابن سعد ۔ الطبقات (الجزء الاول) برلن ۱۳۳۵ھ

۱۵ ابن کثیر ۔ البدایہ والنہایہ (الجزء الخامس) ۱۹۶۶ء

۱۶ الطبری ۔ تاریخ الرسل والملوک (الجزء الثالث) قاہرہ ۱۹۶۲ء

۱۷ البلاذری ۔ فتوح البلدان (القسم الاول) مطبوعہ قاہرہ

۱۸ یاقوت ۔ معجم البلدان بیروت ۱۹۵۷ء

۱۹ بدرالدین عینی - عمدۃ القاری (الجزء ۱۵) قاہرہ ۱۹۵۶ء

۲۰ شاہ عبدالعزیز - تحفہ اثنا عشریہ اردو ترجمہ مطبوعہ کراچی

۲۱ شبلی النعمانی - الفاروق - مطبوعہ لاہور

۲۲ معین الدین ندوی - تاریخ اسلام حصہ اول - اعظم گڑھ ۱۳۸۲ھ

۲۳ سید احمد اکبرآبادی - صدیق اکبر - دہلی - ۱۹۵۷ء

۲۴ احمد شاہ بخاری - تحقیق فدک - مطبوعہ سرگودھا

۲۵ شمیم عذرا - مسئلہ فدک کا تاریخی جائزہ - تحقیقی مقالہ مخطوطہ

۲۶ محمود احمد رضوی - مسئلہ فدک - مطبوعہ لاہور

۲۷ ہٹی - تاریخ عرب - لنڈن ۱۹۵۶ء

۲۸ ابن حزم - جوامع السیر - قاہرہ ۱۲۸۲ھ

۲۹ البلاذری - انساب الاشراف - بیروت ۱۲۶۲ھ

۳۰ العیاسی - کتاب التفسیر مطبوعہ قم ۱۳۸۱ھ

۳۱ علی ابن ابراہیم القمی - کتاب التفسیر نجف ۱۳۸۷ھ

۳۲ الطبری - مجمع البیان تہران ۱۲۸۴ھ

۳۳ فیض الکاشانی - الصافی - تہران ۱۳۴۷ھ

۳۴ الرازی - مفاتیح الغیب تفسیر کبیر - ج ۸ قاہرہ ۱۳۰۹ھ

۳۵ الخازن - لباب التنزیل فی معانی التاویل، مصر ۱۳۴۷ھ

۳۶ البخاری - الصحیح - مصر ۱۳۴۷ھ

۳۷ الکلینی - الاصول من الکافی، تہران ۱۳۴۷ھ

۳۸ الشریف الرضی - نہج البلاغۃ - مطبوعہ قاہرہ

۳۹ ابن ابی الحدید - شرح نہج البلاغۃ - قاہرہ ۱۳۲۹ھ

۴۰ ابن میثم۔ شرح نہج البلاغۃ قاہرہ۔ ۱۳۲۹ھ
۴۱ الیعقوبی۔ التاریخ۔ نجف۔ ۱۳۸۴ھ
۴۲ المسعودی۔ التنبیہ والاشراف۔ بیروت ۱۹۶۵ء
۴۳ محمد باقر مجلسی۔ حیات القلوب۔ لکھنو ۱۹۱۴ء
۴۴ محمد عباس القمی۔ سفینۃ البحار۔ نجف۔ ۱۳۵۵ھ
۴۵ یاقوت الحموی۔ معجم البلدان۔ بیروت۔ ۱۳۷۶ھ
۴۶ نور اللہ شوشتری۔ مجالس المومنین۔ مطبوعہ تہران
۴۷ محمد بشیر۔ مواقف المومنین۔ آگرہ۔ ۱۳۴۲ھ
۴۸ الطبری۔ دلائل الامامۃ۔ نجف۔ ۱۳۶۹ھ
۴۹ الشیخ المفید العکبری۔ الفصول المختارہ من العیون والمحاسن نجف۔ ۱۳۸۱ھ
۵۰ محمد باقر موسوی۔ تاریخ انبیاء۔ سیرت رسول اکرم نقشہ فتوحات تہران ۱۳۸۹ھ
۵۱ نواب محمد حسن خان۔ تاریخ احمدی۔ لکھنؤ ۱۳۵۲ھ
۵۲ سلیمان کتانی۔ فاطمۃ الزہراء۔ نجف۔ ۱۹۶۸ء
۵۳ فاضل الحسینی المیلانی۔ فاطمۃ الزہراء ام ابیہا۔ نجف ۱۹۶۸ء
۵۴ حیدر الجوادی۔ فدک تاریخ کی روشنی میں مطبوعہ لاہور
۵۵ محمد جعفر زیدی۔ مسئلہ فدک۔ مطبوعہ لاہور
۵۶ عبد الحسین الامینی۔ الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب۔ تہران ۱۳۷۲ھ
۵۷ محمد حمید اللہ۔ عہد نبوی کے میدان جنگ۔ حیدر آباد دکن۔ ۱۹۴۵ء
۵۸ شبلی۔ سیرت النبی۔ مطبوعہ کانپور ۱۳۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## بحث فدک

اب ہم اصل بحث فدک کی شروع کرتے ہین اور اسمین ان باتون کو بیان کرین گے۔
(۱) فدک کی حقیقت۔ اور اوسکے حدود۔ اور اوسکی آمدنی۔
(۲) فدک کیونکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے مین آیا۔
(۳) فئے کی معنی اور اوس کا مصرف۔
(۴) فدک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کو ہبہ فرمایا تھا یا نہین۔
(۵) حضرت سیدۃ النسا فاطمہ زہرا علیہا السلام نے فدک کے ہبہ کا دعوی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا تھا یا نہین۔
(۶) میراث کے دعوی کی حقیقت۔

### فدک کی حقیقت اور اوسکے حدود اور اوسکی آمدنی

قاموس مین لکھا ہے کہ فدک ایک گاؤن ہے خیبر مین۔ اور مصباح اللغۃ مین لکھا ہے کہ وہ ایک بلدہ ہے جو مدینے سے دو روز کی راہ پر ہے اور خیبر سے ایک منزل۔ اور لسان العرب مین ہے کہ فدک ایک گاؤن ہے حجاز مین اور ازہری کہتے ہین کہ وہ ایک گاؤن

فدک کی حدبندی کر دون-آپ جبریل کے ساتھ اوٹھ کھڑے ہوے اور تھوڑی دیر مین لوٹ آئے-اور حضرت سیدہ کے پوچھنے پر آپنے فرمایا کہ جبریل نے میرے لیے اپنے پروننے فدک کی حدبندی کر دی ہے-

ہمکو افسوس ہے کہ کوئی روایت حضرات امامیہ نے کسی امام کی طرف سے ایسی بیان نہین فرمائی جس سے معلوم ہوتا کہ جبریل امین نے اپنے پرون سے جو حدود فدک کے مقرر کیے تھے وہ اوسی قریے یا بلدے کے تھے جو ایک گاؤن مدینے سے دو دن یا تین دن کی راہ پر ہے-یا وہ حدود مقرر کیے تھے جن کا ذکر حضرت امام موسیٰ کاظم کی روایت مین ہے-جسکی ایک حد عدن اور دوسری سمرقند اور تیسری افریقہ اور چوتھی سمندر جو آرمینیہ سے ملا ہوا ہے تھی-اور جسکی نسبت ہارون رشید نے کہا تھا کہ یہ تو سب دنیا ہے-اور یہ وہ روایت ہے جسے اب ہم بیان کرتے ہین-

بحار الانوار مین مناقب ابن شہر آشوب سے ملا باقر مجلسی نے نقل کیا ہے کہ ہارون رشید نے حضرت امام موسی کاظمؑ سے کہا کہ آپ فدک لے لیجیے حضرت نے انکار کیا-اور جب کبھی ہارون رشید اوسنے فدک کے لیے کہتا تو وہ انکار ہی کرتے-آخر جب اوسنے بہت اصرار کیا تو آپنے فرمایا کہ مین اوسے نہ لونگا جبتک مع اپنے حدود کے نہ دیا جاوے-ہارون رشید نے کہا اچھا اوسکے حدود بتلاؤ-امام نے فرمایا کہ اگر مین نے اوسکے حدود بتاے تو تم ہرگز نہ دوگے-ہارون رشید نے کہا قسم ہے تمھارے نانا کی ضرور دونگا-تب امام نے کہا کہ پہلی حد اوسکی عدن ہے-یہ سنکر ہارون رشید کا چہرہ متغیر ہو گیا-پھر امام نے کہا کہ دوسری حد اوسکی سمرقند ہے-یہ سنکر ہارون رشید کا چہرہ تمتمانے لگا-پھر امام نے کہا کہ تیسری حد اوسکی افریقہ ہے-یہ سنکر ہارون رشید کا چہرہ سیاہ ہو گیا-پھر امام نے فرمایا کہ چوتھی حد اوسکی سمندر کا کنارہ ہے جو آرمینیہ سے ملا ہوا ہے-تب ہارون رشید نے کہا کہ آپنے ہمارے لیے تو کچھ بھی نچھوڑا-امام نے کہا کہ مین نے تمسے پہلے ہی کہدیا تھا کہ اگر مین فدک کے حدود

بتا ونگا تو تم کبھی ندوگے۔اسی پر ہارون رشید نے امام کے قتل کا ارادہ کرلیا۔اس روایت کو لکھکر پھر ملا باقر مجلسی لکھتے ہین کہ ابن اسباط کی روایت مین پہلی حد اوسکی عریش مصر اور دوسری دومۃ الجندل اور تیسری اُحد اور چوتھی سمندر بیان کی تھی۔اسپر ہارون رشید نے کہا کہ یہ سب دنیا ہے۔اسپر امام نے کہا کہ یہ سب یہودیون کے قبضے مین ابو ہالہ کے مرنے کے بعد تھی۔پس اوسکو خدا اور رسول نے اپنے لیے فئے بغیر جنگ وجدل کے کرلیا۔اور خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ یہ حضرت فاطمہؑ کو دیدو۔

ملا باقر مجلسی فرماتے ہین کہ یہ دونو حدبندیان جو بیان کی گئین اوسکے خلاف ہین جو لغت نویسون نے بیان کین ہین اور پھر اس کا جواب ملا صاحب یہ دیتے ہین کہ شاید مراد امام کی یہ ہے کہ یہ سب فدک کے حکم مین داخل ہین اور گویا دعوی اون سب پر تھا۔اور فدک کا نام صرف مثالاً اور تغلیباً تھا۔(صفحہ ۱۰۱ بحار الانوار کتاب الفتن مطبوعہ ایران)

یہ روایت متعلق حدود فدک کے جو حضرات شیعہ بیان کرتے ہین اوسے ہمنے اسلئے یہان بیان کیا کہ گویا وہ فدک اور خلافت کو مرادف سمجھتے ہین یعنی جہان تک مسلمانونکا قبضہ تھا وہ فدک کے حکم مین داخل تھا۔اور حضرت فاطمہؓ اوسی کا مطالبہ فرماتی تھین۔مگر فدک جیسا کہ ہم اپنی روایتون سے اوپر بیان کرچکے ایک موضع ہے اور اوسکے حدود جسطرح سب گاؤن کے معین اور معلوم ہوتے ہین سب جانتے تھے۔پیغمبر خدا صلعم نے اوس کا انتظام اونھین لوگون کے سپرد کردیا تھا جن سے صلحاً لیا گیا تھا۔اور یہ قرار پایا تھا کہ جو کچھ پیدا ہو اوسمین سے نصف وہ لوگ لے لیا کرین اور نصف آنحضرت صلعم کو دیا کرین چنانچہ مطابق اسکے ہر سال پیغمبر خدا صلعم کی طرف سے کچھ لوگ جاتے اور تخمینہ کرکے آنحضرت کا حصہ نصف لے آتے۔اور جو غلہ وہان سے آتا اوسے حضرت اپنے اہل وعیال کے لیے رکھکر باقی مسلمانون کو تقسیم کر دیتے۔

مگر حضرات شیعہ فرماتے ہین کہ اوسکی آمدنی ہر سال چوبیس ہزار دینار تھی جیسا کہ ملا باقر مجلسی

حیات القلوب مین لکھتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے اہل فدک کے ساتھ تعہد کر لیا تھا کہ وہ ہر سال چوبیس ہزار دینار دیا کرین کہ اس زمانے کے حساب سے تقریباً تین ہزار چھ سو تومان (سکۂ ایرانی) ہوتے ہین اور صاحب تشئید المطاعن کہتے ہین کہ بحساب ہندوستان کے ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ اوس کا ہوتا ہے۔ اور صاحب تشئید المطاعن نے لکھا ہے کہ ابوداود اپنی سنن مین لکھتے ہین کہ عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ ہوے تو اوس وقت فدک کی آمدنی چالیس ہزار دینار تھی۔

## فدک کیونکر آنحضرت صلعم کے قبضے مین آیا

فتح الباری کی جلد ششم صفحہ ۱۳۹ مین لکھا ہے کہ تمام اصحاب مغازی نے فدک کے آنحضرت صلعم کے قبضے مین آنیکا قصہ یہ بیان کیا ہے کہ فدک کے باشندے یہودی تھے جب خیبر فتح ہو گیا تو ان لوگون نے آنحضرت صلعم کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ہمین امن دین ہم شہر کو چھوڑ کر چلے جاوین گے۔ اور ابوداود نے زہری کی روایت سے بیان کیا ہے کہ خیبر کے کچھ باقی لوگ قلعہ بند ہو گئے تھے اونھون نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی کہ آپ ہمارا خون معاف کر دیجیے اور ہمین چلے جانیکی اجازت دیدیجیے آپ نے ایسا ہی کیا۔ اسکو اہل فدک نے سنا اور اونھونے بھی ایسا ہی معاملہ کیا۔ اور ابوداؤد نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم بقیہ اہل خیبر کا محاصرہ کر رہے تھے کہ اوسی اثنا مین فدک والون سے اور چند معین گاؤن والون سے صلح ہو گئی۔

تفسیر کبیر صفحہ ۲۷۱ مطبوعہ مصر مین آیہ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ کی شان نزول مین لکھا ہے کہ یہ آیت فدک کے متعلق ہے اسلئے کہ فدک کے باشندے جلاوطن کر دیے گئے تھے اور اون کے سب گاؤن اور مال بغیر لڑائی کے رسول اللہ صلعم کے قبضے مین آ گئے تھے۔ اور فدک ہی کے غلے مین سے آنحضرت صلعم اپنا اور اپنے عیال کا خرچ نکالکر باقی کو ہتیارون وغیرہ مین خرچ کر دیا کرتے تھے۔

امام ابوالعباس احمد بن یحیی بلاذری فتوح البلدان مین لکھتے ہین کہ اسامہ بن زید نے ابن شہاب سے اور اونھون نے مالک بن اوس سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رض نے کہا ہے کہ رسول اللہ کے تین صفایا تھے (صفایا اوس مال اور چیز کو کہتے ہین جو امام غنیمت مین سے اپنے لیے علحدہ کرلے) اول بنی نضیر کا مال دوسرے خیبر تیسرے فدک بنی نضیر کے مال آنحضرت صلعم نے اپنی ضرورتون کے لیے روک لیے تھے اور فدک مسافرون کے لیے تھا اور خیبر کے تین حصے کرکے دو مسلمانون کو تقسیم کردیے تھے اور ایک حصہ اپنے لیے اور اپنے اہل کے لیے روک لیا تھا۔ آنحضرت کے اہل کے خرچ سے جو بچ رہتا تھا وہ فقراے مہاجرین کو دیدیا جاتا تھا۔ (دیکھو صفحہ ۲۰ فتوح البلدان مطبوعہ جرمنی)

اوسی کتاب مین یہ بھی روایت ہے کہ لوگون نے کہا ہے کہ رسول اللہ نے خیبر سے مراجعت فرماتے ہوے محیصہ بن مسعود انصاری کو اہل فدک کے پاس دعوت اسلام کرنیکو بھیجا اونکا رئیس ایک شخص یہودی بنام یوشع بن نون تھا یہودیون نے نصف حصہ زمین پر رسول اللہ سے صلح کرلی۔ مسلمانون نے سوارون سے اس قسم کا حملہ نہین کیا تھا اسلیے یہ حصہ خالص رسول اللہ کا تھا۔ جو مسافر آپ کے پاس آمد ورفت رکھتے تھے اونکی صرف مین اوسکی آمدنی آیا کرتی تھی اوسکے باشندے وہین فدک مین رہا کئے یہانتک کہ حضرت عمر رض خلیفہ ہوے اور اونھون نے حجاز سے یہودیون کو نکالدیا۔ ابوالہیثم مالک بن تیہان اور سہل بن ابی خثیمہ اور زید بن ثابت انصاریون کو فدک مین بھیجا اونھون نے اوسکی نصف زمین کی منصفانہ قیمت مقرر کرکے یہود کو دیدی اور ملک شام کی طرف اونکو نکالباہر کیا۔ (دیکھو صفحہ ۲۹ فتوح البلدان مطبوعہ جرمنی) قریب قریب اسیکی تاریخ طبری اور تاریخ کامل ابن اثیر مین بھی لکھا ہے جنکی اصل عبارتین ہم حاشیہ پر نقل کرتے ہین۔

قاضی نوراللہ ششتری صاحب احقاق الحق نے بحوالہ معجم البلدان مولف یاقوت حموی شافعی کے لکھا ہے کہ فدک کو اللہ تعالی نے سنہ سات ہجری مین اپنے رسول پر صلح کے طور پر

فتح کیا تھا۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ جب آپ خیبر مین نازل ہوے اور اوسکے قلعون کو فتح کیا اور اوسمین کوئی نرہا صرف ایک تہائی لوگ رہگئے اور اونپر حصار کی سختی ہوئی تو اونھون نے رسول اللہ کے پاس آدمی بھیجکر پوچھا کہ اونکے جلاوطن ہونے پر اونکو اجازت دیدین آپ نے اسکو منظور کرلیا۔ پھر یہ خبر اہل فدک کو پونہچی تو اونھون نے آپ کی خدمت مین قاصد بھیجکر دریافت کیا کہ ہمسے نصف اموال اور ثمار پر صلح کرلین آپ نے اسکو بھی منظور کرلیا۔ تو یہ ہے وہ صورت جسپر گھوڑون اور شترون کی دوڑ نہین ہوئی اسیلیے یہ خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوئی۔

اور بحار الانوار مین بروایت امام جعفر صادقؑ فدک کے قبضے مین آنحضرتؐ کے آنے کی کیفیت اسطرحپر لکھی ہے کہ ایک جہاد مین رسول اللہ صلعم تشریف لیگئے جب آپ اوس سے لوٹے اور راستے مین کسی جگہ ٹھہرے اور اور لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے کہ آپ کے پاس جبریلؑ آئے اور کہا کہ ای محمدؐ اوٹھو اور سوار ہولو۔ آپ سوار ہوے اور جبریلؑ آپ کے ساتھ تھے اور آپکے لیے زمین ایسی لپٹ گئی جیسے کپڑا لپیٹ لیتے ہین یہان تک کہ فدک پر پہونچے۔ جب اہل فدک نے گھوڑون کا آنا سنا تو اونکو یہ خیال ہوا کہ اونکا کوئی دشمن چڑھ آیا اونھون نے شہر کے دروازے بند کردیے اور شہر سے باہر ایک گھر مین ایک بوڑھیا رہتی تھی اوسکو کنجیان دروازون کی دیکر خود پہاڑون پر جاچڑھے۔ جبریلؑ بوڑھیا کے پاس آئے اور اوس سے کنجیان لیکر شہر کے دروازے کھولے۔ پیغمبر صاحبؐ نے اوسکے گھر گھر مین دورہ کیا۔ جبریلؑ نے کہا ای محمدؐ یہ وہ ہے جسکو اللہ تعالی نے خاص آپ کو دیا ہے نہ اور لوگون کو۔ یہی معنی ہین اس قول خداوندی کے مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ الخ۔ پھر جبریلؑ نے دروازے بند کردیے اور کنجیان آپ کو دیدین۔ اور رسول اللہ صلعم نے اونکو اپنے سیف کے غلاف مین رکھ لیا اور وہ غلاف آپ کے کجاوے مین معلق تھا۔ پھر آپ سوار ہوے اور زمین آپ کے لیے لپیٹ دی گئی کہ آپ قافلے مین پونہچ گئے۔ اور لوگ اوس وقت تک اپنے مقامون پر بیٹھے ہوے تھے

متفرق نہوے تھے اور نہ کہین گئے تھے کہ اتنے مین آپ نے فرمایا کہ ہم فدک گئے تھے
اور اللہ تعالی نے مجھی کو غنیمت مین اوسکو دیا ہے۔ منافقین نے ایک دوسرے کی طرف اشارہ
کیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ کنجیان ہین فدک کی اور اُنکو اپنے غلاف سیف مین سے نکالکر
دکھلائین پھر لوگ سوار ہوے اور جب مدینے مین پہونچے تو آپ فاطمہؑ کے پاس آئے اور
فرمایا کہ ای بیٹی تیرے باپ کو اللہ تعالی نے غنیمت مین فدک دیا ہی اور وہ تیرے باپ ہی کے
لیے خاص ہے نہ اور مسلمانون کے لیے مین اوسمین جو چاہون سو کرون الخ۔

ملا باقر مجلسی تفسیر فرات بن ابراہیم سے روایت مذکورۂ بالا سے بھی بڑھکر ایک
عجیب غریب روایت نقل کرتے ہین جو اونکے مذاق کے بالکل مطابق ہے۔ اور جسمین
اونکو گویا اس بات کا دکھانا ہے کہ فدک بمدد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اور بعد قتل بعض سرداران
فدک کے قبضے مین پیغمبرصؐ کے آیا تھا اور اس سے ضمناً جناب امیر کا حق فدک پر ثابت کرنا منظور
ہے وہ روایت یہ ہے کہ زید بن محمد بن جعفر علوی نے محمد بن مروان سے اور اونسے عبید
بن یحییٰ سے اور اونسے محمد بن علی بن الحسینؑ سے یہ روایت کی ہے کہ جبریل پیغمبر خدا صلعم کے
پاس آئے اور آنحضرتصؐ نے اپنے ہتیار لگاے اور اپنی سواری پر زین کسا اور علیؑ نے
بھی اپنے ہتیار لگاے اور زین کھینچا پھر دونون آدھی رات کو اوس طرف چلے جسے کوئی
نہین جانتا تھا اور جہان خدا نے اونکو لیجانے کا ارادہ کیا تھا یہان تک کہ وہ فدک مین پہونچے
اوسوقت آپ نے علیؑ سے کہا یا تم مجھے اوٹھا کر لیچلو یا مین تمکو اوٹھا کر لیچلون۔ حضرت علیؑ
نے عرض کیا کہ مین آپ کو اوٹھا کر لیچلونگا آپ نے فرمایا کہ نہین مین تمکو لیچلونگا پس آپنے علیؑ کو
اپنے بازو پر اوٹھالیا اور لیچلے یہان تک کہ قلعۂ فدک کی شہر پناہ پر پونہچگئے اور وہان سے علیؑ
قلعے مین داخل ہوے اور اونکے پاس آنحضرت صلعم کی تلوار تھی اور وہان جا کر علیؑ نے اذان
دی اور تکبیر کہی کہ قلعہ والے اوس آواز کو سنکر گھبرائے ہوے دروازے پر نکل آئے اور دروازہ
کھولکر باہر نکل گئے۔ پھر اونکے سامنے آنحضرتصؐ آگئے اور علیؑ بھی اونکی طرف پونہچگئے۔ پھر علیؑ نے

اٹھارہ آدمی اونکے سرداروں اور بزرگونمین سے قتل کیے اور باقیون نے اپنے آپ کو حوالے کردیا۔ اور آنحضرت نے اونکے بچون کو اپنے آگے کرلیا اور جو اونمین سے بچے او نکے مال واسباب کو اونکی گردنون پر رکھکر مدینے کو لیگئے۔ پس کسی اور کو سواے آنحضرت صلعم کے فدک کے لینے مین تکلیف نہین کرنی پڑی۔ اسیلیے فدک آپ کے اور آپکی ذریت کے لیے مخصوص ہوا اور مسلمانون کا اوس مین کوئی حصہ نہوا۔ (صفحہ ۹ بحار الانوار کتاب الفتن) غرض کہ یہ امر بین الفریقین مسلم ہے کہ فدک اون اموال مین سے ہے جسکو فئے کہتے ہین اسیلئے اب ہم فئے کے معنے اور اوس کا مصرف بیان کرتے ہین۔

## فئے کے معنے اور اوسکا مصرف

لسان العرب مین ہے کہ فئے اوس غنیمت اور خراج کو کہتے ہین جو مسلمانون کو کفار کے اموال سے بے جنگ و جہاد کے حاصل ہوئی ہو۔ اصل مین فئے کے معنے رجوع کے ہین گویا اصل مین مسلمانون ہی کا تھا اونھین کی طرف لوٹ آیا اور اسی وجہ سے فئے اوس سایے کو کہتے ہین جو بعد زوال کے ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی غرب کی جانب سے شرق کی جانب لوٹ جاتا ہے۔

یہ لفظ فئے کا قرآن مجید سے لیا گیا ہے اور یہ کہ وہ کس سے مخصوص ہے اور اوس کا مصرف کیا ہے۔ آیہ مفصلۂ ذیل مین جو سورہ حشر مین واقع ہے مذکور ہے۔ خداوند تعالے فرماتا ہے۔ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ تفسیر کبیر کی جلد ششم مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۷۱ مین اس آیت کی تفسیر مین لکھا ہے کہ مبرّد کا قول ہے کہ فاء یفیٔ جب بولا جاتا ہے کہ جب کوئی چیز لوٹے۔ اور جب خدا کسی چیز کو لوٹاوے تو افاء اللہ بولتے ہین۔ ازہری کا قول ہے کہ فئے اون مالونکو

کہتے ہین جو بغیر لڑائی کے خدا مخالفین سے مسلمانون کو دلواتا ہے۔ اسکی کئی صورتین ہین یا مخالفین اپنے وطنون سے نکل جاوین اور اونکو مسلمانون کے لیے چھوڑ جاوین۔ یا جزیہ پر صلح کرلین جسکو ہر شخص کی طرف سے ادا کیا کرین۔ یا علاوہ جزیہ کے اور کوئی چیز خون ریزی کے فدیہ مین ملے جیسے کہ بنی نضیر نے آنحضرت صلعم کی صلح کے وقت کیا تھا کہ ہر تین آدمی ایک اونٹ کو علاوہ ہتیارون کے اور جس چیز سے چاہین بھر لین اور باقی ماندہ چھوڑ جاوین پس یہ باقی ماندہ مال فئے ہے۔ یہی وہ مال تھا جسکو خدا نے کفار سے مسلمانون کی طرف پھیر دیا۔ اور منہم کی ضمیر یہود اور بنی نضیر کی طرف پھرتی ہے۔ اور فما اوجفتم وجف الفرس والبعیر یجف وجفا وجیفا سے ہے۔ وجف کے معنے تیز روی کے ہین جب کوئی شخص کسی کو تیز روی پر آمادہ کرے تب اوجف صاحبہ کہا کرتے ہین۔ اور علیہ کی ضمیر ما افاء اللہ کی طرف راجع ہے اور من خیل ولا رکاب رکاب اونٹ کی سواری کو کہتے ہین۔ عرب کے لوگ اونٹ کے سوار ہی کو راکب کہتے ہین اور گھوڑے کے سوار کو فارس۔ اس آیت کے معنے یہ ہین کہ صحابہ نے رسول اللہ صلعم سے درخواست کی تھی کہ جیسے آپنے مال غنیمت کو لوگونمین تقسیم کردیا ہے ایسے ہی مال فئے کو بھی تقسیم کر دیجیے۔ اسپر خدا تعالی نے ان دونو چیزون مین فرق بیان کردیا۔ کہ مال غنیمت وہ ہے جسکے حاصل کرنے مین تمنے محنت برداشت کی ہو اور گھوڑون اور اونٹون سے اوسپر حملہ کیا ہو۔ اور فئے اسکے خلاف ہے اسکے حاصل کرنے مین تمکو کچھ تکان نہین ہوئی اسلیے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سپردگی مین رہیگا وہ جہان چاہین اسکو صرف کرین۔

اسی آیت کی تفسیر مین امام رازی لکھتے ہین کہ اگر یہ آیت متعلق اموال بنی نضیر کے ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اونکے اموال لڑائی کے بعد ضبط کیے گئے تھے اسلیے چاہیے کہ وہ مال غنیمت ہون نہ منجملہ مال فئے کے۔ اور اس کا وہ یہ جواب دیتے ہین کہ مفسرین نے دو وجہ بیان کی ہین۔ ایک یہ کہ یہ آیت بنی نضیر کی بستیون کے متعلق نہین ہے بلکہ فدک کے

متعلق ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگرچہ بنی نضیر کے اموال کے متعلق ہے مگر جب اون سے لڑائی ہوئی تھی تب مسلمانون کے پاس گھوڑون اور اونٹونکا کچھ سامان نہ تھا اور نہ کچھ ایسی مسافت قطع کرنی پڑی۔ وہ لوگ مدینے سے صرف دو میل تھے مسلمان وہان سے پیادہ پا وہان چلے گئے صرف رسول اللہ صلعم اونٹ پر سوار تھے۔ اور لڑائی بھی بہت خفیف سی ہوئی اور گھوڑے اور اونٹ تو بالکل موجود ہی نہ تھے اسیلیے خدا تعالی نے ان چیزون کے حاصل ہونے کو ویسا ہی قرار دیا جیسے بغیر لڑائی کے حاصل ہوتے ہین اور یہ مال آنحضرت صلعم کے لیے خاص کردیا۔ اسکے بعد ایک روایت مین آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ان مالون کو مہاجرین مین تقسیم کردیا تھا۔ انصار مین سے صرف تین آدمیون کو دیا تھا جو حاجتمند تھے۔ ابو دجانہ اور سہل بن حنیف اور حارث بن صمہ۔

اون اموال کے متعلق جو رسول خدا صلعم کے ہاتھ مین آتے اور بعد آپ کے خلفا اور ائمہ اوسپر متصرف ہوتے ضرور ہے کہ اونکے اقسام اور حقیقت اور مصرف کا بیان ذرا تفصیل سے کیا جاے تاکہ معلوم ہو کہ فئے جسے کہتے ہین اوسمین اور دیگر اقسام مین مثل غنیمت وغیرہ کے کیا فرق ہے اور ان اموال پر رسول خدا صلعم یا خلفا اور ائمہ کا تصرف مالکانہ تھا یا متولیانہ چنانچہ اوسے ہم بیان کرتے ہین۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اکثر صدقہ اور صدقات کا لفظ قرآن مجید اور احادیث مین آیا ہے اوسکے دو معنے ہین ایک عام اور ایک خاص۔ کبھی وہ اپنے عام معنے مین اون اموال پر بولا جاتا ہے جو مسلمانون کے مصالح اور انتظام لشکر اور دیگر کامون مین صرف کرنے کے لیے تحصیل کیے جاتے ہین۔ اور ان معنی مین صدقہ زکوۃ اور اموال لاوارث اور خمس غنیمت اور خراج اور فئے وغیرہ سب کو شامل ہے۔ اور کبھی مخصوص معنی مین اوسکا استعمال ہوتا ہے اور اس سے مراد صرف زکوۃ اور صدقہ اصطلاحی یعنی خیرات ہوتی ہے۔ اور وہ صدقہ جو اہلبیت رسول پر حرام ہے وہ صدقہ مخصوص ہے یعنی زکوۃ اور خیرات۔

جو مال آنحضرت صلعم کے قبضے مین آتا اوسکی تین قسمین تھین۔ زکوۃ۔ غنیمت۔ فئے۔ زکوۃ پر صدقے کا اطلاق ہوتا ہے اور اوس کا ذکر سورۂ توبہ مین ہے اور اوسی مین زکوۃ کا مصرف بیان کیا گیا ہے۔ غنیمت اوس مال کو کہتے ہین جو لڑائی مین ہاتھ آئے اور اوسی کو بعض انفال بھی کہتے ہین۔ اور اس کا ذکر سورۂ انفال مین آیا ہے۔

زکوۃ کے مصرف کی نسبت خداوند تعالی فرماتا ہے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ کہ صدقات کے مستحق صرف یہ لوگ ہین فقیر یعنی وہ محتاج جو سوال نکرتے ہون اور مسکین یعنی وہ محتاج جو بھیک مانگتے ہون اور وہ لوگ جو تحصیل زکوۃ کے لیے مقرر ہون اور وہ لوگ جن سے جہاد مین مدد ملسکتی ہو اور اونکی تالیف قلوب منظور ہو۔ اور غلامون کے آزاد کرنے اور قرضدارون کے قرض چکانے اور خدا کی راہ مین مثل جہاد وغیرہ کے صرف کیا جاوے اور مسافرون کو دیا جاوے۔ پیغمبر خدا صلعم پر صدقات کی تقسیم مین بعض منافقون نے اعتراض کیا تھا کہ پیغمبر دولت مندون سے مال لیتے ہین اور اپنے اقارب اور اہل مودت کو اپنی مرضی کے موافق دیتے ہین اور عدل کی رعایت نہین کرتے۔ اسلیے خدا نے اس آیت مین صدقات کا مصرف بیان کر دیا کہ رسول کو اس سے کچھ تعلق نہین ہے نہ وہ اپنے لیے اوسمین سے کوئی حصہ لیتے ہین نہ اوسمین سے کوئی حصہ آپ کے اقارب اور عزیزون کے لیے دیا جاتا ہے پیغمبر صرف اوسکے امین اور خازن ہین اور بموجب حکم خدا کے اوسکی تقسیم کرنے والے۔ فکان علیہ الصلوۃ والسلام یقول ما اعطیکم شیئا و لا امنعکم انما انا خازن اضع حیث امرت کہ مین تمھین نہ کچھ دیتا ہون اور نہ روکتا ہون مین صرف خزانچی ہون جہان حکم ہوتا ہے وہان خرچ کرتا ہون۔

غنیمت کے متعلق سورۂ انفال کے شروع مین خدا تعالی فرماتا ہے يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ

وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ ٥ یعنی پوچھتے ہین تجھسے اے محمد مال غنیمت کی نسبت۔ کہدے اونسے کہ یہ اللہ اور اوسکے رسول کا ہے۔ سو ڈرو اللہ سے آپس مین جھگڑا نکرو۔ اللہ اور اوسکے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو۔ یہ آیت بدر کی لڑائی مین جو غنیمت ہاتھ آئی تھی اوسکے متعلق نازل ہوئی۔ چونکہ یہ پہلی ہی لڑائی تھی اور پہلی ہی غنیمت جو مسلمانون کو ہاتھ لگی تھی اسلئے اوسکی نسبت کچھ جھگڑا پیدا ہوا۔ اور جیسا کہ معالم التنزیل وغیرہ مین بیان کیا گیا ہے جھگڑے کا سبب یہ تھا کہ زمانۂ جاہلیت مین غنیمت کے مال کا یہ دستور تھا کہ تقسیم ہونے سے پہلے سردار لشکر جو چاہتا تھا اول اپنے لیے پسند کرلیتا اور اوسی پسند کی ہوئی چیز کو صفی کہتے جسکی نسبت صفایا کا لفظ مستعمل ہے اور جابجا اس بحث مین آیا ہے اور بروقت تقسیم کے چوتھہ یعنی چہارم حصہ سردار لشکر کو دیا جاتا تھا باقی جو رہتا وہ لڑنیوالون اور فتح کرنے والون مین تقسیم ہوتا۔ اور اگر کوئی چیز خاص کسی شخص کے ہاتھ آتی تو وہ اوسکو اپنی ملکیت سمجھتا۔ اور اسطور پر زبردست اور توانگر لوگ غریبون پر ظلم کرتے اور عمدہ اور اچھا مال خود لے لیتے۔ مال غنیمت کی نسبت بھی انھین خیالات سے کچھ جھگڑا پیدا ہوا۔ اور چونکہ اسوقت تک مسلمانون کے لیے غنیمت کے مال کی نسبت کوئی حکم نازل نہین ہوا تھا اسلئے لوگون نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ چوتھ اور صفی (یعنی جو مال پسند آوے) غنیمت مین سے لے لین اور باقی چھوڑ دین تاکہ ہم آپسمین تقسیم کرلین اسپر خدا نے یہ حکم بھیجا کہ مال غنیمت کسی کی ملکیت نہین ہے بلکہ خدا اور خدا کے رسول کی ملکیت ہے اسپر کچھ جھگڑا نکرو۔

واضح ہو کہ اللہ والرسول سے یہ مدعا نہین ہے کہ خدا کے لیے نصف حصہ ہو اور نصف رسول کے لیے بلکہ اوس سے مراد ہے کہ وہ خدا کا مال ہے اور رسول اوس کا امین اور تقسیم کرنے والا ہے۔ رسول کا نام لینے سے یہ مدعا نہین ہے کہ رسول کی ذاتی ملکیت اور خانگی مالیت ہے بلکہ اسطرح کے کلام سے صرف خدا ہی کی ملکیت مراد ہوتی ہے اور خدا کی ملکیت قرار دینے سے یہ مطلب ہے کہ کوئی خاص شخص اوسپر دعوی نہین کرسکتا

بلکہ خدا جسطرح پر حکم دیگا اوسطرح پر کیا جائیگا۔ پھر اسی سورت کی بیالیسوین آیت مین یہ حکم آیا وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ لا کہ مال غنیمت مین سے خمس خدا اور خدا کے رسول کے لیے ہے جو قرابت مندون اور غریبون اور یتیمون اور مسافرون کی مدد پہونچانے اور اون کی حاجت برلانے کے لیے رہے گا۔ اور چار خمس اون لوگونمین جو لڑتے تھے یا لڑائی کے متعلق کامون مین مصروف تھے تقسیم کیا جائے گا۔

الفاظ لذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل سے صاف اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ خمس غنیمت مثل ایام جاہلیت کے بحیثیت لشکر کی سرداری کے آپ کی ذات خاص کے لیے خدا نے مقرر نہین کیا بلکہ جاہلیت کی رسم کو مٹا کر خمس اسلیے مقرر کیا کہ وہ ذاتی ضرورتمین آپ کی اور آپ کے رشتہ دارونکے خرچ ہوا اور جو کچھ بچے وہ یتیمون اور مسکینون اور مسافرونمین تقسیم کیا جاے۔ اور اسمین خدا کو اس بات کا ظاہر کرنا منظور تھا کہ اوسنے اپنے رسول کو صرف حفاظت اسلام اور صیانت مسلمین اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے کفار سے مقابلہ اور مقاتلہ کرنے کا حکم دیا ہے ورنہ اوس کا رسول ملک گیری اور حصول سلطنت اور اخذ مال ومتاع اور حب جاہ کے خیال سے بری اور پاک ہے۔ اور اسی لئے مثل ایام جاہلیت یا دنیا کے عام سرداران لشکر کے نہ غنیمت مین اپنی ذات خاص کے لیے وہ کوئی حصہ لیتا ہے اور نہ اوس سے کوئی خانگی جائداد اور ذاتی ملکیت پیدا کرنی اوسے منظور ہے بلکہ جو حصہ غنیمت مین سے نکالا گیا ہے اوسمین یتامی اور مساکین اور ابن سبیل اور ذوی القربی سب شریک ہین اور انھین کی اعانت اور خبر گیری اور رفع ضروریات کے لیے وہ اوسکے تصرف مین بطور امین اور خازن کے رکھا گیا ہے۔ اور یہ وہ امر ہے کہ جسکو دیکھکو دشمن سے دشمن اسلام کا بھی کسی قسم کی نفسانیت یا حب جاہ اور حصول ملکیت کا ذرا سا بھی الزام رسول پر نہین لگا سکتا اور یقین کر سکتا ہے کہ اسلام سچا مذہب خدا کا ہے اور اوسکے احکام کسی کی ذاتی آسایش

اور آرام کے لیے نہین ہین اگرچہ وہ خدا کا پیغمبر ہی کیون نہو اور جو کچھ اوس کے نام سے مقرر کیا گیا ہے وہ بھی اسلیئے کہ اپنی اور اپنے رشتہ دارون کی معمولی ضرورت پوری کرنیکے بعد وہ یتیمون اور غریبون اور مسافرون کی خبرگیری مین خرچ کرے اپنے واسطے کچھ نہ رکھے اور یہی وہ بات ہے جو آپ کی سیرت اور عادت اور عمل سے ظاہر ہے کہ جو کچھ خمس مین سے آتا بعد اپنے اور اپنے اہل وعیال کے معمولی مصارف کے سب کو آپ خدا کی راہ مین خرچ کردیا کرتے اور کل کے لیے کچھ نہ رکھتے اور اگر کچھ رہجاتا تو جب تک خدا کی راہ مین وہ خرچ نہوجاتا آپ کو چین نہ آتا واللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ

تفسیر صافی مین ہے کہ قُلِ الْاَنفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ مختصة بهما يضعانها حيث شاء کہ یہ مال غنیمت کا خدا اور خدا کے رسول سے مخصوص ہے کہ جہان وہ چاہین اوسے صرف کرین۔ تہذیب مین امام باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے بیان کیا گیا ہے کہ فئے اور انفال اوس مال کو کہتے ہین جو بغیر خون ریزی کے صلحاً حاصل ہوا ہو۔ اور فئے اور انفال ایک چیز ہے۔ فئے کے متعلق جو آیتین ہین وہ سورہ حشر مین بیان کی گئی ہین پہلی آیت یہ ہے۔ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْھُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْہِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِکَابٍ وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُسَلِّطُ رُسُلَہٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ خدا اپنے رسول پر فئے کرتا ہے یعنی کفار کا مال اوسے دلاتا ہے اوسمین تقسیم نہین ہوسکتی اسلیئے کہ تم اونٹ اور گھوڑون پر سوار ہو کر جنگ کے لئے نہین گئے اور تمکو لڑائی نہین کرنی پڑی اسلئے اوسمین مثل غنیمت کے مال کی تقسیم نہین ہوسکتی۔ اسکے بعد دوسری آیت مین فئے کی تقسیم کا بیان ہے اور وہ یہ ہے مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ کہ جو فئے رسول خدا کو حاصل ہو وہ خدا اور اوسکے پیغمبر اور رشتہ دارون اور یتیمون اور مسکینون اور مسافرون کے کام مین لانے کے لئے ہے۔

فئے کی نسبت بحث طلب امر یہ ہے کہ آیا وہ مال آنحضرت صلعم کی ملک تھا اور وہ
آپ کا ذاتی اور خانگی مال سمجھا جاتا یا وہ آپ کے اختیار مین تھا کہ خدا کے حکم کے
مطابق اوسکو کام مین لاتے اور جیسی مصلحت ہوتی مسلمانون کے فائدے اور دیگر ضروریات
شرعی مین خرچ کرتے۔جو بات آپ کی عادت اور خصلت سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ
آپ تصرف تو کرسکتے تھے لیکن بالامر۔یعنی جہان خدا کا حکم ہوتا تھا وہین صرف فرماتے۔
مالک خود مختار نہ تھے کہ جسکو جی چاہتا دیدیتے اور جسکو نچاہتا نہ دیتے۔بلکہ اوسمین ایسا تصرف
کرتے تھے جسطرح غلام مامور ہوتا ہے کہ جہان اوسکے مولی کا حکم ہو وہان صرف کرے۔
اور اوسکی تشریح خود آپ نے فرمادی ہے جیسا کہ حدیث مین آیا ہے کہ آپ نے فرمایا خدا کی
قسم مین اپنی طرف سے نہ کسی کو دیتا ہون اور نہ منع کرتا ہون۔مین تو ایک تقسیم کرنے والا ہون
جہان مجھے حکم ہوتا ہے دیتا ہون اور جہان نہین ہوتا نہین دیتا۔اور جسطرح آپ فئے کے
مال کو صرف فرماتے اوس سے بھی یہی بات نکلتی ہے اسلئے کہ جو کچھ اون زمینون سے آتا
جو فئے تھین اوسمین سے آپ اپنی ذات خاص کے لیے اور اپنے اہل وعیال کے لیے ایک
سال کے خرچ کے لائق لے لیتے اور باقی سواریون اور سامان لشکر کی تیاری مین صرف
فرماتے غرضکہ فئے پر آپ کا تصرف متولیانہ تھا نہ مالکانہ۔اور یہ فرمانا خدا کا کہ یہ رسول کے لئے
ہے اوس سے مراد یہ ہے کہ اوسمین کسی دوسرے کا ساتھیون مین سے حصہ نہین ہوسکتا۔اور
نہ غنیمت کے مال کی طرح اوسکی تقسیم ہوسکتی ہے وہ رسول کے قبضے مین رہے گا کہ اوسکو
اسلام کے ضرورتون اور لشکر کے کامون اور اقارب اور یتامی اور مساکین اور محتاجین
کی حاجت براری مین صرف کرے۔اور چونکہ آپ کو کفار سے لڑنے اور صلح کرنیکی ضرورت پیش
آتی تھی اور اوسکے انتظام کے لیے مصارف کی بھی حاجت ہوتی اور غنیمت کے مال مین سے
چار خمس لشکریون پر تقسیم ہوجاتے تھے اور ایک خمس جو باقی رہتا وہ دیگر حوائج ضروری
کے لیے کافی نہوتا اسلئے وہ مال جو بلا لڑائی دشمنون سے ہاتھ آتا خاص آپ کے اختیار

مین رکھا گیا کہ وہ ملکی ضرورتون مین کام آوے۔

تفسیر صافی مین حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ "انفال اور فئے مین وہ مال داخل ہین جو بغیر لڑائی کے دار الحرب سے حاصل ہون اور وہ زمین جسکے رہنے والے نکالدیے گئے ہون اور بغیر جنگ کے ہاتھ آئی ہو اور زمین اور جنگل اور بادشاہون کی جاگیرین اور لاوارث کا مال یہ سب فئے مین داخل ہے۔ اور وہ خدا اور اوسکے رسول کا ہے اور بعد رسول کے اوس کا جو اوسکے قائم مقام ہو" اس حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فئے ذاتی اور خانگی ملکیت نہین تھی بلکہ خاص اہتمام مین رسول کے مصالح ملکی کے مصرف کے لئے رکھی گئی تھی۔ اور اسی واسطے وہ بعد آنحضرت صلعم کے اوسکے اختیار مین ہوا جو آپ کا قائم مقام ہو۔ ورنہ جو الفاظ "وھی للہ وللرسول ولمن قام مقامہ بعدہ" کے جو حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمائے بے معنے ہوے جاتے ہین۔ اور اصل حدیث کے الفاظ جو صافی مین منقول ہین یہ ہین "وفی الجامع عن الصادق ع الانفال کل ما اخذ من دار الحرب بغیر قتال وکل ارض انجلی اهلها عنها بغیر قتال وسماها الفقهاء فیئا والارضون الموات والآجام وبطون الاودیة وقطائع الملوک ومیراث من لا وارث له وهی لله وللرسول ولمن قام مقامه بعده" اور پھر دوسری حدیث اوسی مین کافی سے منقول ہے کہ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہین کہ "الانفال ما لم یوجف علیه بخیل ولا رکاب او قوم صولحوا او قوم اعطوا بایدیهم وکل ارض خربة وبطون الاودیة فهو لرسول الله وهو للامام من بعده یضعه حیث یشاء" کہ انفال وہ مال ہے جو بغیر لڑائی کے حاصل ہوا ہو یا صلح سے یا لوگون کے اپنے آپ دینے سے یا زمین غیر آباد اور جنگل سے۔ وہ خدا کے رسول کا ہے اور بعد اونکے امام کا کہ جیسا مناسب جانے خرچ کرے" اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انفال اور فئے صرف متولیانہ پیغمبر کے اور اونکے بعد امام کے اختیار مین ہوتا ہے۔ ورنہ حضرت امام جعفر صادقؑ جو بقول شیعون کے پیغمبر خدا صلعم کے ترکے مین تقسیم میراث کے معتقد ہوتے

یہ نفرماتے کہ انفال و فئے بعد رسول کے امام کا ہوتا ہے کیونکہ امام کا لفظ خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بحیثیت قائم مقامی رسول وہ مال امام تک پہونچتا ہے نہ بحیثیت ترکہ اور میراث کے اور یہ بات تمام دنیا مین جاری ہے کہ شاہنشاہ سے لیکر ایک چھوٹے سے رئیس تک جو صاحب ملک و ریاست ہو وہ دو حیثیتین رکھتا ہے۔ ایک ذاتی اور خانگی دوسری سلطنتی اور ریاستی۔ پہلی حیثیت کے لحاظ سے جو جائداد اونکے قبضے مین ہوتی ہے وہ اونکا ذاتی مال ہوتا ہے اور دوسری حیثیت سے جو جائداد اور خزانہ اور خراج اور دیگر قسم کی عام آمدنی ہوتی ہے وہ سلطنت اور ریاست کے متعلق سمجھی جاتی ہے اور اوسکی آمدنی بیت المال مین داخل کیجاتی ہے۔ جسکو اس زمانے مین اسٹیٹ پراپرٹی اور پبلک ٹریزری کہتے ہین۔ پہلے مال مین میراث باضابطہ جاری ہوتی ہے۔ اور دوسرے مال پر اوسکے قائم مقام کا قبضہ ہوتا ہے اور وہ مطابق اصول معینہ اور قواعد مقررہ اور احکام جاریہ کے تصرف کرتا ہے۔

آیہ واعلموا انما غنمتم من شئ مین جہان خمس کے مصرف کا بیان ہے وہان صاحب تفسیر صافی یہ لکھتے ہین وفی الکافی عن الرضا انہ سئل عن ھذہ الایۃ فقیل لہ فما کان للہ فلمن ھو فقال لرسول اللہ وما کان لرسول اللہ فھو للامام کہ حضرت امام موسیٰ رضا سے کسی نے پوچھا کہ آیہ ان للہ خمسہ وللرسول مین جو حصہ خدا کا ہے وہ کس کا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ رسول کے لیے ہے اور جو رسول کے لیے ہے وہ امام کے واسطے ہے۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ وہ مال ذاتی اور خانگی رسول کا نہین تھا اور نہ بحیثیت وراثت تقسیم ہو سکتا تھا بلکہ وہ امام کو پہونچتا ہے کیونکہ امام رسول کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اور تفسیر قمی سے اوسی مین بیان کیا گیا ہے کہ سہم اللہ وسہم الرسول یرثہ الامام۔ خدا اور رسول کے حصے کا وارث امام ہوتا ہے۔ اور امام کے لیے ہونیکا سبب یہ ہے کہ جو باتین پیغمبر کو کرنی پڑتی تھین یعنی مسلمانون کی مدد اور قضاء دیون اور فراہمی سامان لشکر و مصارف حج و جہاد وہ سب امام کو کرنی پڑتی ہین کما قال القمی والخمس یقسم علی ستۃ اسہم سہم اللہ

وسہم لرسول اللہ وسہم للامام فسہم اللہ وسہم الرسول یرثہ الامام فیکون للامام ثلاثۃ اسہم من ستۃ وثلثۃ اسہم لایتام آل الرسول ومساکینہم وابناء سبیلہم وانما صارت للامام وحدہ من الخمس ثلثۃ اسہم لان اللہ تعالی قد الزمہ بما الزم النبی من مؤنۃ المسلمین وقضاء دیونہم وحملھم فی الحج والجہاد۔

تفسیر منہج الصادقین مین ذیل آیہ ما افاء اللہ علی رسولہ الخ کے لکھا ہے کہ فئے اوس مال کو کہتے ہین جو کفار سے مسلمانون کے ہاتھ آوے بغیر لڑائی کے اور سوارون نے اوسپر حملہ نکیا ہو اور یہ مال پیغمبر کے لیے ہوتا ہے اونکی زندگی مین اور بعد اونکے اوس آدمی کے اختیار مین جو ائمۂ دین سے اونکا قائم مقام ہو اور اونکو اختیار ہے کہ جس کو چاہین دین اور جس کام مین مناسب جانین صرف کرین اور یہ قول امیر المؤمنین کا ہے۔ چنانچہ اوسکے الفاظ یہ ہین "سوم فئے است (یعنی منجملہ اموالیکہ ائمہ وولاۃ دران تصرف دارند) وآن مالی است کہ از کفار بمسلمانان منتقل شود بدون قتال وایجاف خیل ورکاب وآن رسول را باشد درحیات وی وبعد از وی کسی را کہ قائم مقام وی باشد از ائمۂ دین وایشان بہر کس کہ خواہند دہند وبہرچہ صلاح باشد صرف نمایند واین قول امیر المومنین ست صلواۃ اللہ وسلامہ علیہ"

اور یہ قول جو جناب امیر المؤمنین کا صاحب تفسیر منہج الصادقین نے نقل کیا ہے یہ بھی صاف صاف اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ فئے کے مال پر تصرف رسول کا متولیانہ تھا نہ مالکانہ۔ اور آپ کے بعد اوسکی تقسیم میراث کے طور پر نہین ہو سکتی تھی بلکہ وہ آپکے قائم مقام اور امام وقت کے اختیار مین رہتا تھا۔ اور صاحب تفسیر منہج الصادقین نے اسکے آگے یہ لکھا ہے کہ "ابن عباس وعمر وفقہای ما برانند کہ مستحقان فئے وخمس بنو ہاشم اند از فرزندان ابوطالب وعباس" اور اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء امامیہ فئے کو ذاتی مال رسول کا یا امام کا نہین سمجھتے بلکہ وہ اوس کا مستحق تمام بنی ہاشم کو سمجھتے ہین جس سے مراد اولاد ابوطالب اور اولاد عباس ہے نہ صرف بنی فاطمہ۔ قطع نظر روایتون اور اقوال اور حدیثون کے خود قرآن مجید سے معلوم

ہوتا ہے کہ فئے کا مال کسی کی ذاتی ملکیت اور خانگی جائداد نہین ہوسکتا اسلئے کہ آیہ ما
افاءالله علی رسوله من اهل القری مین جو یہ حکم دیا گیا ہے کہ فئے خدا اور رسول اور یتامی اور
مساکین اور مسافرین کے صرف کیلیے ہے اونمین یتامی اور مساکین اور ابن سبیل کا شریک کرنا اسلیے
ہے کہ یہ مال ذاتی ملکیت نہین ہے بلکہ ان لوگون کی خبرگیری کے واسطے ہے۔ اور یہ مثل اسکے
ہے کہ بادشاہ اپنے کسی صوبے کے حاکم کو آمدنی پر اختیار دے اور اوسکے مصارف بتادے۔
بلاشبہ اوس حاکم کو اختیار ہوتا ہے کہ جو کچھ اوسکی ذات کے لیے مقرر ہے وہ اوسمین سے
نکالکر باقی آمدنی کو اپنی رائے اور صوابدید کے مطابق اون مصارف مین صرف کرے جو
اوسکے بادشاہ نے بتادیے ہین نہ یہ کہ اوسکے اختیار مین آمدنی ملک کی دینے سے یہ مطلب
ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی جائداد سمجھے اور بلاپابندی احکام بادشاہ کے جہان چاہے خرچ
کرے اور اوسے بہ طور میراث کے اپنے ورثے پر تقسیم ہونے کے لیے چھوڑ جاوے۔ اسیطرح
فئے کو خدا نے پیغمبر کے اختیار مین دیا اور اوسکے مصارف بتادیے کہ اپنی ذاتی ضرورتون مین
صرف کرنیکے بعد جو کچھ بچے وہ رشتہ دارون اور یتیمون اور مسکینون اور مسافرون کے کام
مین خرچ کرے اگر یہ منظور نہوتا اور مالکانہ قبضہ مراد ہوتا تو صرف لفظ للرسول کا ارشاد ہوتا
اور یتامی اور مساکین اور ابن سبیل اوسکے شریک نہ کیے جاتے۔ اور اسی امر کو آگے چلکر خدا نے زیادہ
صراحت سے بیان کردیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے کیلا یکون دولة بین الاغنیاء منکم کہ یہ
حکم ہمنے اسلیئے دیا ہے کہ مال فئے مالدارون ہی کے ساتھ مخصوص نہوجاے کہ دست بدست
اونمین پھرتا رہے اور یہ اُسی صورت مین ہوسکتا ہے جبکہ فئے کا مال ذاتی ملکیت کسی کا ہوجاے
اور اباً عن جدٍ ایک سے دوسرے کو پہونچتا رہے۔ چنانچہ تفسیر منہج الصادقین مین اسی آیت
کے ذیل مین لکھا ہے کہ "حق سبحانہ آنرا (یعنی فئے را) خاصہ پیغمبر گردانید و قسمت آن را بر وجہیکہ
مذکور شد مقرر ساخت و فرمود کہ برین طریق کہ حکم فئے نمودیم کیلا یکون تا نباشد آن فئے
دولة آن چیزیکہ متداول باشد دست بدست گردان بین الاغنیاء منکم میان توانگران

از شما که بآن مکاثرت کنید و بقوت و غلبه زیاده از حق خود بردارید و فقرا را اندک دہید یا محروم سازید چنانکه در زمانہ جاہلیت بود۔ اسکے بعد مفسر موصوف لکھتے ہین کہ خطاب باہل ایمان ست غیر از پیغمبر و اہل بیت وی صلوات اللہ علیہم اجمعین۔ لیکن اس قول کی کوئی سند نہین ہے اور نہ اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ مال پیغمبر یا اہل بیت مین سے کسی کا ذاتی ہے کہ اوسمین ترکہ و میراث جاری ہو سکے اور ہمارے قول کی تصدیق اوس قول سے بھی ہوتی ہے جو علم الہدیٰ کا تفسیر منہج الصادقین مین نقل کیا گیا ہے کہ ذی القربیٰ سے بھی مراد امام ہے نہ عام قرابتدار اسلئے کہ امام پیغمبر کا قائم مقام ہوتا ہے اور فئے اوسکے اختیار مین ہونا چاہیے جیسا کہ وہ لکھتے ہین کہ از علم الہدیٰ نقل ست کہ ذی القربیٰ کہ بصورت مفرد واقع شدہ دلالت میکند برانکہ مراد ازان امام ست کہ قائم مقام پیغمبر ست چہ اگر مراد جمع می بود ذوی القربیٰ واقع می شد۔

اور صاحب مجمع البیان اپنی تفسیر مین ذیل آیہ کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم کے لکھتے ہین کہ الدولۃ اسم للشیء الذی یتداولہ القوم بینہم یکون لھذا مرۃ ولھذا مرۃ ای لئلا یکون الفیء متداولا بین الرؤساء منکم یعمل فیہ کما کان یعمل فی الجاھلیۃ وھذا خطاب للمؤمنین دون اھل بیتہ علیہم السلام وفی ھذہ الآیۃ اشارۃ الی ان تدبیر الامۃ مفوض الی النبی والی الائمۃ القائمین مقامہ ولھذا اقسم رسول اللہ اموال خیبر ومن علیہم فی رقابھم واجلی بنی النضیر و بنی قینقاع واعطاھم شیئا من المال وقتل رجال بنی قریظۃ وسبی ذراریھم ونسائھم وقسم اموالھم علی المھاجرین ومن علی اھل مکۃ یعنی اس آیت مین اشارہ ہے اس امر کا کہ تدبیر امت کی نبی اور ائمہ کے جو نبی کے قائم مقام ہون سپرد ہے اسی لئے رسول اللہ صلعم نے اموال خیبر کو تقسیم کیا اور اونکی جانون کے باب مین اونپر احسان کیا اور بنی نضیر اور بنی قینقاع کو کچھ مال دیکر جلاوطن کر دیا۔ اور بنی قریظہ کے مردون کو قتل کیا اور اونکے بچون اور عورتون کو قید کیا اور اونکے اموال کو مہاجرین پر تقسیم کیا۔ اور اہل مکہ پر احسان فرمایا۔

ان اقوال مذکورۂ بالا سے یہ بات صاف ثابت ہوتی ہے کہ فئے کا مال غنیمت کے مال سے صرف اس بات مین فرق رکھتا ہے کہ اوسمین کسی دوسرے کا حصہ غنیمت کے مال کی طرح نہین ہوتا - اور وہ رسول خدا صلعم کے اختیار مین رکھا گیا تھا تاکہ اوسپر آپ متولیانہ قابض رہین - اور خدا کی مرضی اور حکم کے مطابق اوسے کام مین لاوین - بعد آپ کے خلیفۂ وقت اور امام زمان کے قبضے اور اختیار مین دیا گیا تاکہ وہ بھی اونھین مصارف مین اوسے صرف کرین جس مین رسول خدا صلعم صرف فرمایا کرتے تھے - اور اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فئے کے مال مین بسبب اسکے کہ وہ ذاتی ملکیت آپ کی نہ تھی میراث جاری نہین ہوسکتی تھی - اور چونکہ فدک اموال فئے مین سے تھا اسلئے اگر آنحضرت صلعم کے متروکہ مین بالفرض میراث بھی جاری ہوتی اور میراث کے حکم عام سے آپ کی ذات مبارک مستثنی بھی نہوتی تاہم فدک بوجہ نہونے ذاتی ملکیت کے تقسیم اور اجراء احکام میراث سے مستثنی رہتا

اسی سے بعض دور اندیش امامیہ نے فاطمہؓ کے دعوی فدک کو میراث پر محدود رکھنا مناسب نہ جانکے اوسکا ہبہ کیا جانا اور فاطمہؓ کا دعوی ہبہ کرنا پیش کیا حالانکہ آنحضرت کا فدک پر فقط متولیانہ قابض ہونا نہ مالکانہ خود ہبہ کو باطل کرتا ہے کیونکہ ہبہ بغیر قبضۂ مالکانہ ممکن نہین ہے - مگر ہم اس سے قطع نظر کرکے دیکھتے ہین اور اوسے ایک ایسی تاریخی سلسلے سے بیان کرنا مناسب جانتے ہین جس سے معلوم ہو کہ حضرات امامیہ کے متقدمین اور متاخرین علمانے اسکی نسبت سُنیون کی روایتون سے کیا کیا ثبوت پیش کیا ہے -

## بحث متعلق ہبۂ فدک

اسکے متعلق جو کچھ شیعون کے اون بزرگون نے لکھا ہو جنکا زمانہ ائمہ کرامؑ کے قریب تھا وہ ہماری نظر سے نہین گذرا مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ زیادہ مفصل نہوگا - ہمکو جہانتک علم ہے سب سے اول کتاب جسمین یہ بحث تفصیلاً بیان کی گئی ہے وہ شافی ہے - جسکو جناب سید مرتضی ملقب بعلم الہدی نے قاضی عبدالجبار کی کتاب مُغنی کے جواب مین لکھا ہے -

یہ کتاب غالباً چوتھی صدی کے اخیر یا پانچوین صدی کے شروع مین تالیف ہوئی ہے۔ اسلئے کہ اوسکے مؤلف ۳۵۵ھ ہجری مین پیدا ہوے اور ۴۳۶ھ ہجری مین انتقال فرمایا۔ ۱۳۰۱ھ ہجری مین یہ کتاب ایران مین چھاپی گئی اور اوسکی نسبت یہ لکھا گیا۔ وھو کتاب لم یات بمثلہ احد من الانام فی سالف الشھور والاعوام ولا یاتون ابداً ولو کان بعضھم لبعض ظھیراً لان اجداده الطاھرین کانوا لہ فی نصرتہ لھم ھادیاً ومؤیداً ونصیراً کہ یہ ایسی بے مثل کتاب ہے کہ جسکے مانند گذشتہ زمانے مین کوئی نہ لکھ سکا اور نہ آیندہ لکھ سکیگا اسلئے کہ اسکی تصنیف مین ائمہ کرام مصنف کے اجداد کی تائید اور مدد تھی۔

اسی کتاب شافی کے مضامین کو بہ ترتیب جدید شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی نے لکھا اور اوس کا نام تلخیص شافی رکھا یہ کتاب جیسا کہ خود مولف نے خاتمے پر لکھا ہے ۴۳۲ھ ہجری مین لکھی گئی۔ اسکی تعریف مین بھی یہ لکھا گیا ہے وھو کاصلہ لم یات مصنف ولا مولف بمثلہ علی رد العلماء العامۃ العمیاء کہ یہ بھی مثل اپنی اصل کے بے مثل ہے کسی مصنف اور مؤلف نے ایسی کتاب کور چشم علماء اہل سنت کے رد مین نہین لکھی۔

اسکے بعد کتاب کشف الحق و نہج الصدق لکھی گئی جو تصنیف ہے لسان المتکلمین سلطان الحکماء المتاخرین علامہ جمال الدین ابو المنصور حسن بن یوسف بن علی مطہر حلی کی جسکی نسبت قاضی نور اللہ شستری اپنی کتاب احقاق الحق مین فرماتے ہین کہ اس کتاب کے مصنف نے سلطان غیاث الدین اولجایتو خدابندہ کے سامنے علماء اہل سنت سے جو مختلف شہرون سے جمع کئے گئے تھے مناظرہ کیا اور بدلائل عقلیہ اور براہین نقلیہ اونکے مذہب کا بطلان اور مذہب امامیہ کی حقیت اسطور پر ثابت کی کہ علماء اہل سنت تمنا کرنے لگے کہ کاش وہ پتھر یا درخت ہوجاتے۔ اور اوسکے بعد علامہ ممدوح نے کتاب کشف الحق و نہج الصدق والصواب تصنیف کی۔ اور سلطان مع امرا اور بہت بڑے گروہ علما اور اکابر کے شیعہ ہوگیا اور باوجودیکہ اوس زمانے مین علماء اہل سنت مین سے بڑے نامی لوگ موجود تھے جیسے

کہ قطب الدین شیرازی و عمر کاتبی قزوینی اور مولی نظام الدین مگر کسی نے اس کتاب کے جواب لکھنے کی جرأت نکی - یہ کتاب غالباً ساتوین صدی کے اخیر مین لکھی گئی ہے - اوسکے مصنف ۶۴۸ھ ہجری مین پیدا ہوے اور ۷۲۶ھ ہجری مین وفات پائی -

ساتوین صدی مین ایک اور مشہور کتاب لکھی گئی جسکا نام طرائف فی معرفۃ مذاہب الطوائف ہے - جسکے مصنف ثقۃ الاسلام علی بن طاؤس حلّی ہین - جناب ممدوح ۵۸۹ھ ہجری مین پیدا ہوے اور ۶۶۴ھ ہجری مین اونھون نے وفات فرمائی - علامۂ موصوف نے اس کتاب کو تقیۃً ایک ذمے کے نام سے لکھا ہے اور اوسکا نام عبد المحمود قرار دیا ہے - آغاز مین کتاب کے ایک تمہید اوس ذمے کی طرف سے لکھی ہے کہ مین نے جب سے ہوش سنبھالا مذہبون کا اختلاف سنکر ارادہ کیا کہ مذہبی عقائد کی حقیقت دریافت کرون - سب سے اول مین نے دین محمدی کی تحقیق شروع کی مگر اونمین اکثر کو مالکی - حنفی - شافعی - حنبلی مذہب پر پا کر متعجب ہوا کہ یہ لوگ نبی کے زمانے مین تھے نہ اونکے اصحاب اور نہ عقائد مین باہم متفق - پھر کیونکر وہ اپنے عقائد مذہب کو سب سے اچھا سمجھتے ہین - پھر شیعون کا ذکر لکھا ہے کہ وہ اپنے مذہب کو امامون اور پیغمبر کی اولاد سے منسوب کرتے ہین - پھر مین نے مذاہب اربعہ کے علما سے مذہبی عقائد کی تحقیق کی اور اونسے سوالات کئے مگر معلوم ہوا کہ حق پر نہین ہین اور اونکے مذہب کی برائی اونھین کی کتابون سے ثابت کی - گویا اس پیرایے مین علامۂ ممدوح نے اپنے مذہبی عقائد کی سچائی ظاہر کی ہے - اور اس کتاب مین بحث فدک کو بہت تفصیل سے اور نہایت فصیح بلیغ تقریر مین ادا کیا ہے - اوسکی خوبی اور قدر کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جناب مولنا دلدار علی صاحب نے اپنی مشہور کتاب عماد الاسلام مین بہت بڑا حصہ اونکی تقریر کا بحث فدک مین نقل کیا ہے -

اسکے بعد قاضی نور اللہ شستری نے نہایت مشہور کتابین اس فن مین تالیف کین اونمین سے احقاق الحق نہایت مبسوط اور مشہور کتاب ہے - جو جواب مین ابطال الباطل کے جسکو علامہ روزبہان نے کشف الحق کے جواب مین لکھا تھا قاضی صاحب نے تصنیف فرمایا ہے -

گیارھوین صدی مین جناب ملا باقر مجلسی نے جن کا خطاب محی ملۃ سید البشر فی راس مائۃ الحادی عشر ہے بہت کتابین لکھین جن مین سے ایک بحار الانوار ہے جو روایتون اور وقعات کا گویا ایک دریا ہے۔ اسکی آٹھوین جلد کتاب الفتن مین ایک خاص باب فدک کی بحث مین ہے۔ جس کا عنوان ہے باب نزول الآیات فی امر فدك وقصصه وجوامع الاحتجاج فیه۔ اور اسی کا خلاصہ بزبان فارسی حق الیقین اور حیات القلوب مین جناب ممدوح نے لکھا ہے۔

تیرھوین صدی مین ایک نیا دور شروع اور ہندوستان مین شیعہ وسنی کے باہم مناظرہ کا غلغلہ بلند ہوا۔ تحفہ اثنا عشریہ کے شائع ہونیکے بعد علمار شیعہ نے اس فن مین اپنی علمیت اور قابلیت کے خوب جوہر دکھاے اور دہلی اور لکھنو کے علما و مجتہدین شیعہ نے بڑی بڑی کتابین تصنیف کین۔ جن مین سے عماد الاسلام مولانا مولوی دلدار علی صاحب کی نہایت مبسوط و مشرح کتاب عربی زبان مین ہے۔ اور جس مین جناب ممدوح نے امام رازی کی نہایۃ العقول کا جواب دیا ہے اوسمین فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے۔ اوسکے بعد تحفہ اثنا عشریہ کے جوابات مین تشئید المطاعن مولوی سید محمد قلی صاحب کی اور طعن الرماح جناب مجتہد سید محمد صاحب کی اون کتابونمین سے ہین جنپر حضرات امامیہ کو بہت ناز ہے۔ اور جو کچھ اوسمین لکھا ہے اوسکی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ اوس کا جواب ہی نہین ہوسکتا۔ جیسا کہ منشی سبحان علی خانصاحب اپنے بعض رسائل مین فرماتے ہین کہ از انجا کہ مجتہد العصر والزمان سمی رسول اللہ الی کافۃ الانس والجان اعنی مولانا ومقتدانا السید محمد مدظلہ الصمد در کتاب معدوم النظیر موسوم بہ طعن الرماح این معضلہ دلدوز مخالفین را بچنان بیان کافی ووافی ایضاح فرمودہ اند کہ بالاتر ازان بلکہ مماثل آن از حد قدرت بشری بیرون ست این فاقد الادراک استیعاب دلائل اثبات غصب حق بضعۃ رسول اللہ برہان کتاب مستطاب حوالہ نمودہ بر تقریری آخر کہ خالی از تجددی نیست از ماجری فیہا ابطال خلافت اول وثانی می سازد۔

سوائے انکے ایران مین بھی چند کتابین بالفعل ایسی طبع ہوئی ہین جنمین فدک کی بحث تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ منجملہ اونکے ایک کتاب بحر الجواہر ہے جسکے مصنف سید محمد باقر بن سید محمد موسوی ہین جو فتح علی شاہ قاچار کے زمانے مین تھے۔ دوسری کتاب کفایۃ الموحدین فی عقائد الدین تصنیف سے اسماعیل بن احمد علوی طبرسی کی ہے جسکی دوسری جلد خاص امامت کی بحث مین ہے۔ تیسری کتاب لمعۃ البیضا فی شرح خطبۃ الزہرا ہے جسکے ۷۰۴ صفحے مطبوعہ ہین اور اوسمین حضرت فاطمہؑ کے خطبے کا جو متعلق فدک کے ہے بیان ہے مع اون سوایات اور مباحث کے جو اس مسئلے سے تعلق رکھتی ہین۔ چوتھی کتاب جلد چہارم از کتاب دوم ناسخ التواریخ ہے جسمین مقرب الخاقان مرزا محمد تقی لسان الملک مصنف ناسخ التواریخ نے خاص حضرت فاطمہؑ کا حال لکھا ہے جسمین فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے۔ اسکے سوائے جوا ور فارسی اور اردو مین رسالے لکھے گئے ہین اونمین صرف جوشہ جینی طعن الرماح کی کی گئی ہے اور اوسی کے اقوال اور مضامین اولٹ پھیر کے بیان کئے گئے ہین۔

ان کتابونمین جنکے نام ہمنے اوپر بیان کئے کتاب کشف الحق مین میراث کے دعوی کا اول ذکر کیا گیا ہے۔ اور ہبہ کا بعد اوسکے اور اس سے یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ اوسکے مصنف میراث کے دعوی کو ہبہ پر غالباً مقدم سمجھتے تھے۔ اور فدک کی بحث مین پہلا امر تصفیہ طلب یہ ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے اول میراث کا دعوی کیا تھا یا ہبہ کا۔ عموماً علمائے امامیہ یہ فرماتے ہین کہ حضرت سیدۃ النساؑ نے فدک کے متعلق دو دعوے کئے تھے اول یہ کہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک اونھین ہبہ کر دیا تھا اور وہ اوسپر متصرف اور قابض تھین۔ جب ابو بکر صدیق رضؓ خلیفہ ہوے تب اونھون نے حضرت فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا اور اپنا قبضہ کر لیا۔ یہ سنکر وہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئین اور یہ دعوی کیا کہ فدک مجھے ہبہ کیا گیا تھا اور مین اوسپر قابض تھی تمنے کیون میرا قبضہ اوٹھا دیا۔ اسپر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اونسے شہادت طلب کی۔ حضرت فاطمہؑ نے حضرات علیؓ اور حسنینؓ اور ام ایمنؓ کو شہادت مین

پیش کیا۔ اوران سب نے حضرت فاطمہ کے دعوی کی تائید مین گواہی دی مگر ابوبکر صدیق رضی نے یہ کہکر کہ شہادت کا نصاب پورا نہین ہوا اونکی گواہی کو رد کیا۔ اور فدک اونھین واپس نکیا۔ اسپر وہ خفا ہوگئین اور بعد اسکے میراث کا دعوی کیا۔ اسلئے سب سے پہلے اس بحث مین یہ امر قابل تصفیہ ہے کہ کونسا دعوی مقدم تھا۔ چنانچہ عماد الاسلام کے دسوین باب کے چوتھے فائدے کے چوتھے مسئلے مین جناب مولانا دلدار علی صاحب نے اسی کی نسبت خاص بحث فرمائی ہے "کما یقول المسئلة الرابعة ان فاطمة ع هل ادعت المیراث اولا ثم ادعت النحلة او بالعکس ویستفاد من کلام اکثر العامة ان دعوی النحلة ظهرت منها بعد دعوی المیراث وقالت الامامیة بالعکس یعنی چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ آیا فاطمہ ع نے پہلے میراث کا دعوی کیا پھر ہبہ کا یا بالعکس۔ اور اہل سنت کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہبہ کا دعوی میراث کے بعد پیش کیا گیا۔ اور امامیہ اسکے برعکس کہتے ہین" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمناً مجتہد صاحب اس بات کو اپنے ناظرین کے ذہن نشین کرنا چاہتے ہین کہ ہبہ کا دعوی اہل سنت کے نزدیک بھی صحیح ہے۔ مگر یہ دعوی میراث کے دعوی کے بعد حضرت فاطمہ نے کیا تھا۔ حالانکہ اہل سنت کے نزدیک کسی معتبر اور صحیح روایت سے ہبہ کا دعوی ثابت ہی نہین اور اہل سنت اس بات کو مانتے ہی نہین کہ حضرت فاطمہ نے ہبہ کا دعوی کیا تھا۔ اسلیے جو عمارت اس روایت کی بنیاد پر حضرات امامیہ نے کھڑی کی ہے کہ حضرت فاطمہ سے شہادت طلب کی گئی اور اونھون نے حضرت علی رض اور حسنین رض اور ام ایمن کو شہادت مین پیش کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رض نے اوسکو نمانا اور یہ عذر کر کے کہ از روے احکام شریعت کے شہادت کافی نہین ہے فاطمہ کے دعوی کو رد کیا اور پھر اسپر بہت طرح سے حضرت ابوبکر صدیق رض پر ملامت کی ہے اور اونکا ظلم و ستم ثابت کیا ہے۔ اور سنیون کے نزدیک فاطمہ ع اور علی ع اور حسنین ع کو جھوٹا اور خود غرض اور اپنے جلب منفعت کیواسطے جھوٹا دعوی اور جھوٹی شہادت دینے والا اقرار دیا ہے وہ سب منہدم ہوجاتی ہے۔ جب نفس دعوی کی نسبت

کوئی صحیح روایت ہی سنیون کے یہان نہین ہے توجو کچھ زور قلم اس باب مین حضرات علماء امامیہ نے دکھایا ہے اوسپر ثبت العجلاد ثم النقش کی مثل صادق آتی ہے۔ اور تمام وہ فصیح و بلیغ تقریرین اور وہ پرجوش اور زبردست تحریرین جو اس باب مین کی ہین ہبا منثورا ہوجاتی ہین۔اسی واسطے جناب مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب نے بعد جواب دینے دعوی میراث کے اپنی مشہور کتاب تحفہ اثنا عشریہ مین فرمایا ہے وللہ درہ و علی اللہ اجرہ درینجا فائدہ عظیمہ باید دانست کہ شیعہ در اول درباب مطاعن ابوبکر منع میراث می نوشتند وچون از عمل ائمہ معصومین واز روی روایات این حضرات عدم توریث پیغمبر ثابت شد ازین دعوی انتقال نمودہ دعوی دیگر تراشیدند وطعن دیگر برآوردند کہ آن طعن سیزدہم ست کہ ابوبکرؓ فدک را بفاطمہؓ نداد حالانکہ پیغمبر برای او ہبہ نمودہ بود۔ ودعوی فاطمہؓ را مسموع نمود وازوی گواہ وشاہد طلبید الی قولہ جواب ازین طعن آنکہ دعوی ہبہ از حضرت زہراؓ وشہادت دادن حضرت علیؓ وام ایمنؓ یا حسنینؓ علی اختلاف الروایات درکتب اہل سنت اصلا موجود نیست۔محض از مفتریات شیعہ است و درمقام الزام اہل سنت آوردن وجواب آن طلبیدن کمال سفاہت ست۔

ہم اس بحث کی نسبت زیادہ کہنا کچھ نہین چاہتے بجز اس کے کہ خود علما شیعہ نے تسلیم کیا ہے کہ بعض روایات سے پایا جاتا ہے کہ ارث کا دعوی ہبہ پر مقدم تھا جیسا کہ لمعۃ البیضا فی شرح خطبۃ الزہرا مطبوعہ ایران کے صفحہ ۱۴۱ مین لکھا ہے وما فی بعض الروایات انہا ادعت الارث اولا ثم ادعت النحلۃ فذلک علی تقدیر الصحۃ انما ہو بلحاظ انہا فی محل ارثہا لا محالۃ فلما القوا الشبہۃ بنقل الروایۃ ادعت ما ہو الواقع من حقیقۃ النحلۃ کہ بعض روایات مین جو یہ آیا ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے اول ارث کا دعوی کیا پھر ہبہ کا پس بشرط صحیح ہونے اسکے وہ اس لحاظ سے ہے کہ بوجہ میراث کے وہ ہر طرح سے اوسکی مستحق تھین جب اوسمین ایک روایت نقل کرکے شبہ ڈالدیا توجو اصلی بات تھی اور حقیقی واقعہ تھا یعنی ہبہ اوس کا دعوی کیا۔مگر چونکہ علماء امامیہ نے ہبہ کے دعوی کو اکثر پہلے بیان کیا ہے اور ارث کے دعوی کو

بعد اسکے اسلئے ہم بھی یہی ترتیب اختیار کرتے ہین کیونکہ تقدیم وتاخیر سے نفس مطلب پر زیادہ اثر نہین ہوتا خصوصًا اوس وقت جبکہ ہبہ کا دعوی فی نفسہ ہمارے نزدیک پیش ہی تھوا ہو

## آیا فدک پیغمبر خدا صلعم نے حضرت فاطمہؑ کو ہبہ کیا تھا یا نہین

چونکہ حضرات امامیہ اس بات کے مدعی ہین کہ فدک حضرت فاطمہؑ کو ہبہ کیا گیا تھا اور اوسی بنا پر حضرت فاطمہؑ نے جبکہ وہ غصب کر لیا گیا ابوبکر صدیقؓ کے سامنے دعوی کیا اسلئے بار ثبوت اونکے ذمے ہے کہ وہ اہل سنت کی معتبر روایتون سے ان دونون دعوون کو ثابت کرین اگر وہ اسے ثابت کر سکین تو ہمارے ذمے ہے کہ اس بنا پر جو کچھ اعتراضات وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ پر لگاتے ہین اور اوسکے متعلق جو باتین پیش آئین اونسے حضرت صدیق اکبرؓ کو الزام دیتے ہین اونکے جوابات دین۔ لیکن اگر وہ اپنا دعوی ہی ثابت نکر سکین تو ہمین ضرور نہین کہ بر بناء فرض وتسلیم کے اون لغو وبیہودہ الزامات کا جواب دین اور تردید شہادت کے متعلق فضول بحث کرین اسلئے ہم ایک تفصیلی نظر اون تمام کتابون پر جنکے نام اوپر بیان کئے گئے کرتے اور اپنے ناظرین کو دکھاتے ہین کہ کیا ثبوت اونکی طرف سے ان دونون دعوون کے متعلق پیش کیا گیا ہے اور کس قسم کی روایتین کس قسم کی کتابون سے بتائید اپنے دعوے کے اونھون نے بیان فرمائی ہین۔

شافی مین متعلق فدک کے ہبہ کئے جانیکی کوئی حدیث یا کوئی روایت سنیون کی کتابون سے پیش نہین کی گئی بلکہ قاضی عبد الجبار نے اپنی کتاب مغنی مین جو یہ لکھا تھا کہ شیعہ کہتے ہین کہ ابو سعید خدری سے روایت کی گئی ہے کہ جب آیہ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہؑ کو فدک عطا فرمایا اور پھر عمر بن عبد العزیز نے اولاد فاطمہؑ پر اوسے رد کیا" اسی روایت پر کفایت فرمائی ہے اور شیعون کے اس قول کو نقل کرکے قاضی عبد الجبار نے لکھا تھا کہ اکثر جو شیعہ اس باب مین روایت پیش کرتے ہین وہ صحیح نہین ہے اوسکی تردید مین ہبۂ فدک کے متعلق کوئی تائیدی روایت پیش نہین کی۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علم الہدی کے نزدیک سوای اوس روایت کے جو نام سے ابو سعید خدری کے شیعون مین مشہور ہو رہی تھی

کوئی صحیح روایت سنیون کی معتبر کتابون مین اونھون نے نہین پائی ورنہ اوسے پیش فرماتے۔

تلخیص شافی مین بھی کوئی دوسری روایت ہبۂ فدک کی تائید مین پیش نہین کی گئی۔

علامہ مطہر ابن حلیؒ کی کتاب کشف الحق ونہج الصدق مین بھی کوئی صحیح سند متعلق ہبہ کے نظر نہین آئی۔

طرائف مین ایک روایت بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے لکھی ہے

روی غیر واحد منہم من بشر بن الولید والواقدی وبشر بن غیاث فی احادیث یرفعونہا الی محمد صلعم نبیہم انہ لما فتح خیبر اصطفٰے لنفسہ قری من قری الیھود فنزل جبرئیل بھذہ الآیۃ فاٰتِ ذَاالقُرْبٰی حَقَّہٗ فقال محمد صلعم من ذاالقربٰی وما حقہ قال فاطمۃ فدفع الیہا فدک ثم اعطاہا العوالی بعد ذلک فاستغلتہا حتی توفی ابوھا محمد صلعم

کہ ان لوگون نے یہ حدیث اپنے پیغمبر سے بیان کی ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو آپ نے منجملہ یہود کے دیہات کے ایک گاؤن اپنے لیے علیحدہ کرلیا پھر جبرئیل یہ آیت لائے کہ اپنے ذاالقربی کو اونکا حق دیدو اوسپر آنحضرتؐ نے پوچھا کہ ذاالقربی کون ہین اور اونکا حق کیا ہے جبرئیلؑ نے کہا کہ ذاالقربی فاطمہؑ ہین اسپر آپ نے فدک اونھین دیدیا اور پھر عوالی یعنی چند باغات اور عطا کئے کہ اوس کا غلہ حضرت فاطمہؑ لیا کرتین تا وفات اپنے باپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے (دیکھو طرائف صفحہ ۶۸ مطبوعہ بمبئی) اسکے علاوہ اسی کتاب مین ایک اور روایت سید الحفاظ ابن مردویہ کی روایت کی ہے جیسا کہ فرماتے ہین ومن طریفہ مناقضاتہم ما رووہ فی کتبھم الصحیحۃ عندھم برجالھم عن مشائخھم حتی استندوہ عن سید الحفاظ ابن مردویہ قال اخبرنا محی السنۃ ابو الفتح عبدوس بن عبد اللہ الھمدانی اجازۃ قال حدثنا القاضی ابو نصر شعیب بن علی قال حدثنا موسی بن سعید قال حدثنا الولید بن علی قال حدثنا عباد بن یعقوب قال حدثنا علی بن عباس عن فضیل عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت آیۃ واٰتِ ذَاالقُرْبٰی حَقَّہٗ دعا رسول اللہ فاطمۃ فاعطاہا فدک کہ سنیون کے عجیب مناقضات

مین سے وہ روایت ہے جسکو اونھون نے اپنی معتبر اور صحیح کتابونمین اپنے مشائخ سے روایت کی ہے اور اوسے سید الحفاظ ابن مردویہ باسناد مذکورۂ بالا یون لکھتے ہین کہ ابو سعید سے منقول ہے کہ جب آیہ وآت ذاالقربی حقه نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فاطمہؑ کو بلایا اور فدک اونھین دیدیا۔ بحار الانوار کی کتاب الفتن باب نزول الآیات فی امر فدک مین ملا باقر مجلسی آیہ وآت ذاالقربی حقه کی شان نزول مین فرماتے ہین رواہ کثیر من المفسرین وورد ت بہ الاخبار من طرق الخاصة والعامة۔ کہ اس آیت کے شان نزول مین بہت روایتین بہت سے مفسرین نے اہل سنت اور شیعہ کے بیان کی ہین۔ اور اسکے بعد لکھتے ہین قال الشیخ الطبرسی قیل ان المراد قرابة الرسول کہ شیخ طبرسی کہتے ہین کہ اس آیت مین جو ذاالقربی کا لفظ ہے اوس سے مراد قرابت رسول ؐ سے ہے۔ پھر اونھین سے ایک روایت نقل کرتے ہین اخبرنا السید مھدی بن نزار الحسنی باسناد ذکرہ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قوله وآت ذاالقربی حقه اعطی رسول اللہ صلعم فاطمةؓ فدک قال عبد الرحمن بن صالح کتب المامون الی عبید اللہ بن موسی یسئاله عن قصة فدک فکتب الیه عبید اللہ بهذا الحدیث رواہ عن الفضیل بن مرزوق عن عطیة فرد المامون فدک علی ولد فاطمة انتهی۔ کہ ہمکو خبر دی ہے سید مہدی بن نزار حسنی نے اون اسناد سے جسکو اونھون نے بیان کیا ہے ابو سعید خدری سے کہ وہ کہتے ہین کہ جب آیت وآت ذاالقربی حقه نازل ہوئی تو پیغمبر خدا صلعم نے فاطمہؑ کو بلا کر فدک عطا فرمایا۔ اور عبد الرحمن بن صالح کہتے ہین کہ خلیفہ مامون نے عبید اللہ بن موسی سے لکھکر فدک کا قصہ دریافت کیا عبید اللہ نے اوسکے جواب مین اس حدیث کو لکھ بھیجا اور اوسے روایت کیا ہے فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے اسپر مامون نے فدک اولاد فاطمہؓ کو دیدیا۔ اس روایت مین ملا باقر مجلسی نے اسناد کو ترک کر دیا ہے مگر علامہ طبرسی نے آیہ وآت ذاالقربی حقه کی تفسیر مین جو سورۂ بنی اسرائیل مین واقع ہے اوس اسناد کا اسطرح ذکر کیا ہے۔ واخبرنا السید ابو حمید مهدی بن نزار الحسنی قراءة قال حدثنا الحاکم ابو القاسم بن عبد اللہ الحسکانی قال حدثنا الحاکم الوالد

ابو محمد قال حدثنا عمر بن احمد بن عثمان ببغداد شفاها قال اخبرني عمر بن الحسين
بن علی بن مالك قال حدثنا جعفر بن محمد الاحمصی قال حدثنا حسن بن حسین
قال حدثنا ابو معمر بن سعید جیثم وابو علی القاسم الکندی و یحیی بن یعلی و علی بن مسهر عن
فضیل بن مرزوق عن عطیة الکوفی عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قوله وآت ذا القربی حقه الخ
اور اسی روایت کو اسی آیت کی تفسیر مین تفسیر منہج الصادقین مین اسطرح بیان کیا ہے۔
و نیز سید ابو حمید مهدی بن نزار الحسنی از حاکم ابو القاسم عبد الله الحسکانی نقل می کند که در بغداد
حاکم ابو محمد از عمر بن احمد بن عثمان بمن حدیث کرد که عمر بن حسین بن مالک گفت که جعفر بن
محمد الاحمصی بمن گفت که حسن بن حسین مرا حدیث کرد از ابو معمر بن سعید و علی بن سعید خدری
که گفتند چون آیه وآت ذا القربی حقه نازل شد حضرت رسالت باغ فدک را بفاطمہ عطا فرموده الخ۔
دوسری روایت ملا باقر مجلسی نے یہ لکھی ہے محمد بن العباس عن علی بن العباس
المقانعی عن ابی کریب عن معاویة عن فضیل بن مرزوق عن عطیة عن ابی سعید الخدری
قال لما نزلت فآت ذا القربی حقه دعا رسول الله صلعم فاطمة ع واعطاها فدك
تیسری روایت سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کرتے ہین رویٰ السید
ابن طاؤس فی کتاب سعد السعود من تفسیر محمد بن العباس بن علی بن مروان
قال روی حدیث فدك فی تفسیر قوله تعالی وآت ذا القربی حقه عن عشرین طریقا فمنها
ما رواه عن محمد بن محمد بن سلیمان الاعبدی وهیثم بن خلف الدوری وعبد الله بن سلیمان
بن الاشعث ومحمد بن القاسم بن زکریا قالوا حدثنا عباد بن یعقوب قال اخبرنا علی بن
عابس وحدثنا جعفر بن محمد الحسینی عن علی بن منذر الطریقی عن علی بن
عابس عن فضیل بن مرزوق عن عطیة العوفی عن ابی سعید الخدری قال لما
نزلت وآت ذا القربی حقه دعا رسول الله صلعم فاطمة ع واعطاها فدك کہ سید
ابن طاؤس نے کتاب سعد السعود مین تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے نقل کیا ہے

کہ وہ کہتے ہین کہ حدیث ہبہ فدک کی آیہ وآت ذاالقربی حقہ کی تفسیر مین بیس طریقون سے مروی ہے اونمین سے ایک وہ حدیث ہے جو محمد بن محمد بن سلیمان اعبدی نے اور ہیثم بن خلف دوری نے اور عبداللہ بن سلیمان بن اشعث نے اور محمد بن قاسم بن زکریا نے روایت کی ہے کہ یہ لوگ کہتے ہین کہ ہمسے روایت کی ہے عباد بن یعقوب نے اور اونھون نے علی بن عابس سے - اور نیز روایت کی ہے جعفر بن محمد حسینی نے علی بن منذر طریقی سے اونھون نے علی بن عابس سے اونھون نے فضیل بن مرزوق سے اونھون نے عطیہ عوفی سے اور اونھون نے ابی سعید خدری سے کہ جب آیہ وآت ذاالقربی حقہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے فاطمہؑ کو بلاکر فدک دیدیا -

قاضی نوراللہ تستری نے اپنی کتاب احقاق الحق مین بھی اسی روایت کو نقل کیا ہے اور فرمایا ہے روی الواقدی وغیرہ من نقلۃ الاخبار عندھم وذکروہ فی الاخبار الصحیحۃ عندھم ان النبی لما افتتح خیبر اصطفی قری من قری الیھود الخ

علماء الاسلام مین ایک روایت تو متعلق ہبہ کے وہی نقل کی ہے جو طرالف مین مذکور ہے یعنی سید الحفاظ ابن مردویہ سے چنانچہ وہ فرماتے ہین "فاقول یدل علی ثبوت ذلک (اعطاء النبی فدک فاطمۃ) مارواہ سید الحفاظ ابن مردویہ قال اخبرنا محی السنۃ ابو الفتح عبدوس بن عبد اللہ الھمدانی اجازۃ قال حدثنا القاضی ابو نصر شعیب بن علی قال حدثنا موسی بن سعید قال حدثنا الولید بن علی قال حدثنا عباد بن یعقوب قال حدثنا علی بن عابس عن فضیل عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذاالقربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاھا فدک -

دوسری روایت کنزالعمال شیخ علی متقی سے بیان کی ہے جیسا کہ فرماتے ہین "وما فی کنزالعمال للشیخ علی المتقی فی صلۃ الرحم من کتاب الاخلاق عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذاالقربی حقہ قال النبی یا فاطمۃ لک فدک رواہ الحاکم فی تاریخہ وقال تفردبہ

ابراهیم بن محمد بن میمون عن علی بن عابس بن النجار"۔ یعنی کنز العمال مین شیخ علی متقی نے باب صلۃ الرحم مین ابوسعید سے یہ روایت کی ہے کہ جب آیہ وآت ذا القربی حقہ نازل ہوئی پیغمبر خدا نے فاطمہؑ سے کہا کہ ای فاطمہؑ فدک تمھارے لیے ہے اور اسے روایت کیا ہے حاکم نے اپنی تاریخ مین اور کہا ہے کہ اسے صرف ابراہیم بن محمد بن میمون نے علی بن عابس بن نجار سے روایت کیا ہے۔

اور تیسری روایت اوسی کتاب مین تفسیر در منثور سیوطی سے نقل کی ہے کما یقول "وفی الدر المنثور للسیوطی فی تفسیر قولہ تعالیٰ وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاھا فدک"۔

اور اوسی کتاب مین چوتھی روایت معارج النبوت سے بیان کی ہے جیسا کہ فرماتے ہین "وما فی معارج النبوۃ الشہیر بسیر مولٰنا الھروی فی وقائع السنۃ السابعۃ بعد واقع خیبر بھذہ العبارۃ" "ودر مقصد اقصی مذکور است کہ بعضی گویند کہ حضرت رسول اللہ صلعم بسوی خیبر امیر المومنین علی را فرستاد و مصالحہ بر دست امیر واقع شد بران نہج کہ حضرت امیر قصد خون ایشان نکند و حوائط خواص از آن رسول باشد پس جبریلؑ فرود آمد و گفت کہ حق تعالی می فرماید کہ حق خویشان بدہ رسول گفت کہ خویش من کیستند و حق ایشان چیست جبریل گفت فاطمہ است حوائط فدک را باو دہ وانچہ از خدا و رسول اوست در فدک ہم باو بدہ پیغمبر فاطمہ را بخواند و برای وی حجتی نوشت و آن وثیقہ بودہ کہ بعد از وفات رسول پیش ابوبکر آورد و گفت این کتاب رسول خدا است برای من و حسن و حسین"۔

ان چار روایتون کو نقل کرکے آپ فرماتے ہین "وقال السید المرتضیٰ فی الشافی وقد روی من طرق مختلفۃ غیر طریق ابی سعید الذی ذکرہ صاحب الکتاب انہ لما نزل قولہ تعالیٰ وآت ذا القربی حقہ دعا النبی فاطمۃ فاعطاھا فدک واذا کان ذلک مرویا فلا معنی لدفعہ بغیر حجۃ انتھی کلام السید"۔ یعنی سید مرتضی شافی مین کہتے ہین کہ سوائے

ابو سعید کے جس کا ذکر صاحب کتاب نے کیا ہے اور بھی کئی مختلف طریقون سے یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ جب آیہ وآت ذاالقربیٰ حقہ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا نے فاطمہ کو بلایا اور فدک انہین دیدیا۔ اور جبکہ یہ روایت مروی ہے پھر بغیر دلیل کے اوسکے نماننے کی کوئی وجہ نہین ہے فقط۔"

لیکن نہ جناب مولنا دلدار علی صاحب نے اپنی کتاب عماد الاسلام مین اور نہ جناب سید مرتضیٰ نے اپنی کتاب شافی مین اون روایتون کو بیان کیا کہ وہ کون سے طرق مختلفہ غیر طریق ابی سعید کے ہین جن مین یہ روایت مذکور ہے ایسے موقع پر فقط مجمل کہدیا کہ اور بہت سی روایتون مین بھی یہ منقول ہے کافی اور شافی نہین ہے۔ خصوصاً جبکہ قاضی عبد الجبار نے اپنی کتاب مغنی مین اس روایت کو شیعو نکی طرف سے باین الفاظ ذکر کیا تھا قالوا قد روی عن ابی سعید الخدری کہ شیعہ ایسا کہتے ہین کہ ابو سعید خدری سے ایسی روایت ہے اور اوسکی نسبت اپنے جواب مین یہ لکھا تھا الجواب عن ذلک ان اکثر مایروون فی هذا الباب غیر صحیح کہ جواب شیعون کے اس قول کا یہ ہے کہ جو کچھ اس باب مین وہ روایت کرتے ہین اکثر غلط ہے۔

آگے چلکر قاضی عبد الجبار نے صاف لکھدیا تھا وان صح عقد الهبة کہ اگر عقد ہبہ صحیح بھی ہو تو فدک حضرت فاطمہؑ کے قبضے مین ہونا چاہیے تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی عبد الجبار اس روایت پر یقین نہین رکھتے تھے۔ ایسی حالت مین جناب علم الہدیٰ کا بالاجمال یہ کہدینا کہ اور بہت سے طریقون سے بھی یہ روایت ثابت ہے قابل تسلیم اور اونکے دعویٰ کے ثبوت کے لیے کافی نہین تھا۔ اونکو چاہیے تھا کہ اون طرق مختلفہ سے جس کا اونھون نے بالاجمال دعویٰ کیا تھا اس روایت کو ثابت کرتے اور اون تمام روایتون کو بیان کر کے اپنے دعویٰ کی تائید فرماتے۔

طعن الرماح مین جناب مجتہد سید محمد صاحب در منثور سیوطی اور کنز العمال شیخ علی متقی اور سید الحفاظ ابن مردویہ کے علاوہ صاحب تاریخ آل عباس سے فدک کے ہبہ کئے جانے کا ذکر کرتے ہین کما یقول قد روی السیوطی فی تفسیر الدر المنثور فی ذیل تفسیر قوله تعالیٰ وآت ذاالقربیٰ حقہ اخرج البزار وابو یعلی وابن حاتم وابن مردویہ عن ابی سعید الخدری

قال لما نزلت هذه الآیة وآت ذا القربی حقه دعا رسول اللّٰه صلعم فاطمةؑ فاعطاها فدک ۔ واین روایت صریح ست در آنکه هرگاه آیه وآت ذا القربی حقه یعنی عطا نما صاحب قرابت راحق او نازل گردید آنجناب فاطمه را طلب فرموده فدک را بآنحضرت عطا فرمود۔ شیخ علی متقی درکتاب کنز العمال درباب صلہ رحم از ابوسعید روایت کرده قال لما نزلت وآت ذا القربی حقه قال النبی یا فاطمة لک فدک وسید الحفاظ ابن مردویه درکتاب خود مسند از ابوسعید روایت سابقه را نقل کرده۔ ونیز صاحب روضۃ الصفا و معارج النبوت از مقصد اقصی روایت اعطاء فدک ونوشتن وثیقه را نقل کرده چنانچه آنفا عبارت آن بمعرض بیان درآمد وعقل هیچ عاقل باور نمی کند که با وصف اعطای فدک وهبه آن ونوشتن وثیقه برای آن از زمان فتح خیبر تا هنگام وفات سرور کائنات اقباض آن بوقوع نپیوسته باشد بلکه لفظ اعطا نیز بران دلالت دارد کما لایخفی۔ وصاحب تاریخ آل عباس که از معتمدین اهل سنت ست در تاریخ مذکور علی مانقل عنہ نوشته که بعد از آنکه جماعتی از اولاد حسنین نزد مامون دعوی فدک کردند مامون جمع نمود وصد کس از علمای حجاز وعراق وغیر ایشان را و تاکید کرد که کتمان صواب ننموده از متابعت حق ورستی سر نپیچند پس ایشان روایت واقدی وبشر بن الولید وغیره نقل کردند که بعد از فتح خیبر جبریل با آیه وآت ذا القربی حقه نازل شد پس رسول خدا گفت کیست ذا القربی وچیست حق او جبریل گفت فاطمه است وفدک حق اوست پس رسول خدا فدک را بآنحضرت داد۔

صاحب تشئید المطاعن نے بھی کوئی نئی روایت روایات مذکورۂ بالا کے علاوہ پیش نہین کی۔

کفایہ موسوم عصمت اولایہ کے جلد دوم مین صفحہ ۳۵۸ سے تا صفحہ ۳۸۰ بہت تفصیل سے فدک کی بحث لکھی ہے اور آیہ وآت ذا القربی حقه کی نسبت صفحہ ۳۶۰ مین یہ لکھا ہے۔ کہ از برای احدی از امت شبہ نبود در آنکہ فدک خالص بود از برای رسول خدا صلعم واحدی را در ان حقی نبود از امت۔ واخبار طرفین از خاصه وعامه ناطق باین امرست۔ ونیز ظاهر آیه وآت ذا القربی حقه

بتصدیق کثیرے از علما و مفسرین وردات عامہ آنکہ رسول خدا صلعم آنرا نحلہ و عطیہ داد بحضرت فاطمہؑ
چون ثعلبی و جوہری و یاقوت شافعی صاحب کتاب معجم البلدان و شہرستانی و صاحب تاریخ آل عباس
و واقدی و بشر بن الولید و عبد الرحمن بن صالح و عمر بن شبہ و ابن حجر در صواعق و ابن ابی الحدید
و ابو ہلال عسکری در کتاب اخبار الاوائل و حاکم ابو القاسم الحسکانی و حاکم ابو محمد و احمد بن عثمان بغدادی
و قاضی عبد اللہ ابن موسی انہ لما انزلت آیۃ وآت ذا القربی حقہ اعطی رسول اللہ صلعم فاطمۃ رض
فدک فقط۔ اس مین مؤلف نے روایت ہبۂ فدک اور دعوی فدک کو مختلط کر دیا ہے۔ اور اونکی
روایتون اور اقوال کو نقل نہین کیا مگر سوای ثعلبی کے کسی جدید راوی کا جن کا ذکر اوپر ہوچکا نام
بھی نہین لیا۔ اور ثعلبی کی روایت صفحہ ۳۵ مین اوس کتاب کے باین الفاظ بیان کی گئی ہے
"کما فیہ" و ثعلبی کہ از اعاظم مفسرین ایشان ست بسند خود از سدی و دیلمی روایت کردہ است کہ
حضرت علی ابن الحسین یکی از اہل شام فرمود آیا قرآن خواندہ گفت بلی۔ فرمود در سورۂ بنی اسرائیل
این آیہ خواندہ کہ وآت ذا القربی حقہ آن شخص عرض کرد مگر شما آیہ ذی القربی کہ حق سبحانہ و تعالی
امر فرمودہ کہ حق آنہا را برسانند فرمود بلے"

ان کتابون کے علاوہ ایک اور کتاب ایران مین بالفعل چھپی ہے اور اوس کا نام
غایۃ المرام و حجۃ الخصام فی تعیین الامام من طریق الخاص والعام اوسکے
مصنف سید ہاشم معروف بالعلامہ ہین اور انکی نسبت صاحب الحدائق شیخ یوسف بحرانی نے
اپنی کتاب مسمی بلؤلؤۃ البحرین مین یہ لکھا ہے کان السید المذکور فاضلا محدثا جامعا
متتبعا للاخبار بما لم یسبق الیہ سابق سوی الشیخ المجلسی رح وکانت وفاتہ للسنۃ
السابعۃ بعد المأۃ والالف۔ وصنف کتبا عدیدۃ تشہد بشدۃ تتبعہ واطلاعہ۔ یعنی
سید موصوف بڑے فاضل اور محدث اور جامع اور ایسے حاوی احادیث و اخبار پر ہین کہ مثل انکے
اگلے لوگونمین سے سوائے ملا باقر مجلسی کے کوئی نہین ہوا اور انکی بہت تصنیفات ہین جن سے
انکی علمیت اور واقفیت ثابت ہوتی ہے فقط سید موصوف نے غایۃ المرام امامت کے ثابت

کرنے مین لکھی ہے اور اوسمین تمام آیات قرآنی کو جمع کیا ہے اور ہر آیت کے متعلق جتنی روایتین اور حدیثین ہین خواہ اہل سنت کی خواہ شیعون کی اون سب کو نقل کیا ہے اور اوکھون نے اس کتاب کے دیباچہ مین اون تمام کتابون کے نام لکھے ہین جن سے اونھون نے روایتین نقل کی ہین۔ اور بلاشبہ یہ کتاب ایسی جامع ہے کہ خود اوسکے مؤلف کی غزارت علم اور کمال واقفیت کی شاہد ہے اس کتاب کے مقصد دوم کے سترھوین اور اٹھاروین باب مین آیۂ وآت ذالقربی حقہ کے متعلق جتنی حدیثین اور روایتین فریقین کی ہین وہ نقل کی ہین مگر باوجود اس جامعیت کے سوائے ایک روایت ثعلبی کے کوئی دوسری روایت اونھون نے سنیون کی طرف سے بیان نہین کی۔ البتہ گیارہ حدیثین شیعونکی نقل کی ہین چنانچہ اوسکے صفحہ ۳۲۳ مین یہ لکھا ہے الباب السابع عشر قولہ تعالیٰ وآت ذاالقربی حقہ والمسکین الآیۃ من طریق العامۃ وفیہ حدیث واحد الثعلبی فی تفسیرہ فی ھذہ الآیۃ قال عنی بذلک قرابۃ رسول اللہ صلعم ثم قال الثعلبی روی عن السدی عن ابی الدیلمی قال قال علی بن الحسین لرجل من اھل الشام اقرأت القرآن قال نعم قال فما قرأت فی بنی اسرائیل وآت ذاالقربی حقہ قال وانکم القرابۃ التی امر اللہ تعالیٰ ان یؤتی حقہ قال نعم فقط اس کا ترجمہ جو کفایہ مین بزبان فارسی ہے وہ ابھی اوپر ہم لکھ چکے۔ اسکے بعد وہ لکھتے ہین الباب الثامن عشر فی قولہ تعالیٰ وآت ذاالقربی حقہ والمسکین الآیۃ من طریق الخاصۃ وفیہ احد عشر حدیثا کہ امامیہ کے طریق سے اس آیت کے متعلق گیارہ حدیثین ہین اور اوسمین عطیہ عوفی کی وہ روایتین بھی منقول ہین جسکو بعض سنیون کی کتابون سے علماء امامیہ نے نقل کی ہین۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے چنانچہ وہ فرماتے ہین الثامن العیاشی باسنادہ عن عطیۃ العوفی قال لما فتح رسول اللہ خیبر وافاء اللہ علیہ فدکا وانزل اللہ علیہ وآت ذاالقربی حقہ قال یا فاطمۃ لک فدک۔ التاسع العیاشی باسنادہ عن عبد الرحمن بن صالح کتب المامون الی عبد اللہ بن موسی العبسی یسألہ عن قصۃ فدک فکتب الیہ عبد اللہ بن موسی بھذا الحدیث۔ العاشر العیاشی باسنادہ

عن فضیل بن مرزوق عن عطیة ان المامون رد فدکا علی ولد فاطمةؑ

منشی سبحان علی خانصاحب نے جو فن ادب مین مشہور ہین ایک کتاب امامت مین لکھی ہے اوسکے دوسرے حصہ کے صفحہ ۷۴ مین فدک کی بحث ہے مگر اسمین خانصاحب نے صرف خوشہ چینی طعن الرماح کی کی ہے اور بعبارت جدید اوسی کے مضمون کو اولٹ پھیر کے بیان کیا ہے جیسا کہ وہ خود لکھتے ہین کہ این فاقد الادراک استیعاب دلائل اثبات حق بضعة الرسول برہمان کتاب مستطاب (طعن الرماح) حوالہ نمودہ بہ تقریری آخر کہ خالی از تجدد ی نیست از ماجری فیہا ابطال خلافت خلیفہ اول وثانی کہ بانی مبانی این اعتدا مشار الیہ است می سازد فقط۔ اسمین کوئی روایت جدید منقول نہین ہے جو قابل نقل ہو۔

ہمنے جو کچھ اوپر بیان کیا اوس سے اس کتاب کے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ چوتھی صدی سے لیکر تیرھوین صدی تک جتنی مشہور کتابین شیعون کی اس بحث کے متعلق تھین اون سب سے ہمنے اون روایتون کو جو متعلق ہبہ فدک کے ہماری کتابون سے اونھون نے نقل کی تھین بلفظہ لکھدیا۔ اور اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ اور بھی بہت سی کتابین ہونگی جو ہمین نہین مل سکین مگر ایسے مشہور اور نامور عالمون نے جیسے کہ جناب علم الہدی اور علامہ حلی اور سید ابن طاؤس اور ملا باقر مجلسی اور قاضی نور اللہ شستری اور مولنا دلدار علی اور مجتہد سید محمد اور مولانا محمد قلی صاحب تھے غالبًا انکے مطالعے سے کوئی اور روایت نہ بچ گئی ہوگی خصوصًا مجتہدین لکھنؤ سے۔ اور اسلئے ہمکو اس یقین کرنیکی وجہ ہے کہ جو کچھ اونھون نے ثبوت پیش کیا ہے اس سے زیادہ اونکے پاس نہ تھا اب ہم اس بات کو دکھاتے ہین کہ یہ ثبوت نہ عقلًا نہ نقلًا شہادت مین داخل کرنیکے لائق ہے اور نہ وہ فی نفسہ کوئی ثبوت ہے اسلئے کہ ان تمام روایتون کا سلسلہ اوس راوی پر ختم ہوتا ہے جو نہ صرف غیر معتبر اور غیر ثقہ تھا بلکہ کاذب اور شیعی تھا۔ ایک ہی شخص اس تمام زنگاری پردے مین چھپا ہوا ہے جسکے مختلف رنگ دوسرون نے لئے ہین اور ایک ہی گندلا چشمہ ہے جس سے یہ سب نہرین نکلی ہین اور ایک ہی کذب کی جڑ ہے جہان سے ساری شاخین پھوٹی ہین۔ اور ہم یقین کرتے ہین کہ علما شیعہ جنکو ان روایتون پر بہت کچھ

نازہے اور جنھون نے اوسکی بنیاد پر ایک بہت بڑی عمارت قائم کی ہے اور جسکی بنا پر بہت بڑے
الزام حضرات شیخین رضؓ پر لگائے ہین اور بہت دردناک تقریرونمین اونکا ظلم وستم ظاہر کیا ہے اور
جناب سیدۃ النسا فاطمہ زہراؑ کے دعوی ہبہ کے رد کرنے پر بہت کچھ دھوکے مین ڈالنے والی باتین
بنائی ہین اپنے پیش کئے ہوئے ثبوت کی حقیقت فاش ہونے پر جیسا کہ اب ہم اوسے فاش کرتے ہین
حیران اور ششدر ہوجائینگے اور وہ الفاظ جو جناب قاضی نور اللہ تستری نے کشف الحق کے
شائع ہونیکے بعد سنیون کی نسبت فرمائے تھے وہ اپنے اوپر صادق سمجھینگے ای یتمنوان
یکونوا جمادا او شجرا او بہتون کانہم النقموا حجرا یعنی تمنا کرینگے کہ کاش وہ پتھر یا درخت
ہوجائین اور ایسے مبہوت ہوجائینگے گویا اون پر پتھر پڑگئے ہین۔

علمائے امامیہ کی مذکورۂ بالا کتابونمین جو حدیثین اور روایتین پیش کی گئی ہین جنکو وہ
سنیونکی روایت کہتے ہین اونکی تکرار اور نقل در نقل کو حذف کرکے دو قسم کی مفصلۃ الذیل روایتین
پائی جاتی ہین۔ ایک وہ جنمین پوری تفصیل راویون کی لکھی گئی ہے۔ دوسری وہ جسمین یا صرف منقول عنہ
کتاب کا نام ہے یا بجائے پوری سند بیان کرنیکے صرف بعض راویون کے نام لکھدیے ہین۔ اول
قسم مین چار اور دوسری قسم مین پانچ روایتین ہین۔ اول قسم کی روایتین یہ ہین۔

ایک وہ روایت جو طرائف مین سید الحفاظ ابن مردویہ سے نقل کی گئی ہے اور جسکو عماد الاسلام
اور دوسری کتابونمین بھی نقل کیا ہے اسکے بیان کرنے والے راوی حسب ذیل ہین اول محی السنہ
ابو الفتح عبدوس بن عبد اللہ ہمدانی دوسرے قاضی ابو نصر شعیب بن علی تیسرے موسی
بن سعید چوتھے ولید بن علی پانچوین عباد بن یعقوب چھٹے علی بن عباس ساتوین
فضیل آٹھوین عطیہ نوین ابو سعید جنپر روایت کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔

دوسری وہ روایت جو بحار الانوار مین بحذف اسانید اور تفسیر مجمع البیان طبرسی مین بہ تفصیل
اسناد بیان کی گئی ہے اور اوسکے راوی یہ ہین۔ اول سید ابو حمید مہدی بن نزار حسینی دوسرے
حاکم ابو القاسم بن عبد اللہ الحسکانی تیسرے حاکم الوالد ابو محمد چوتھے عمر بن احمد بن عثمان

پانچوین عمر بن حسین ابن علی بن مالک چھٹے جعفر بن محمد احمصی ساتوین حسن بن حسین آٹھوین ابو معمر بن سعید نوین ابو علی قاسم کندی دسوین یحیی بن یعلی گیارھوین علی بن مسہر بارھوین فضیل بن مرزوق تیرھوین عطیہ کوفی چودھوین ابو سعید خدری۔

تیسری۔ وہ روایت جسکو بحار الانوار مین سید ابن طاوس کی کتاب سعد السعود سے نقل کیا ہے اور اونھون نے تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے نقل کیا ہے۔ اسکے راوی اول محمد بن محمد بن سلیمان اعبدی ہین دوسرے ہیثم بن خلف دوری تیسرے عبد اللہ بن سلیمان بن اشعث چوتھے محمد بن قاسم بن زکریا پانچوین عباد بن یعقوب چھٹے علی بن عابس (یہ حقیقت مین علی بن عباس ہے) ساتوین جعفر بن محمد حسینی آٹھوین علی بن منذر طریقی نوین فضیل بن مرزوق دسوین عطیہ عوفی گیارھوین ابو سعید خدری۔

چوتھی۔ وہ روایت جو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار مین لکھی ہے۔ اوسکے اول راوی محمد بن عباس ہین دوسرے علی بن عباس مقانعی تیسرے ابو کریب چوتھے معاویہ پانچوین فضیل بن مرزوق چھٹے عطیہ ساتوین ابو سعید خدری۔

اور دوسری قسم کی روایتین یہ ہین۔

پہلی وہ روایت جو کنز العمال سے عماد الاسلام مین نقل کی ہے۔ اسکو حاکم کی تاریخ سے لیا ہے اور راویمین دو راویون کے نام منقول ہین ایک ابراہیم بن محمد بن میمون دوسرے علی بن عابس بن النجار۔ ان راویون نے اپنی سند کا سلسلہ ابو سعید تک پہونچایا ہے۔

دوسری وہ روایت جو عماد الاسلام وغیرہ مین در منثور سیوطی سے بلا حوالہ سند نقل کی ہے اور طعن الرماح مین اوسپر اتنا اور بڑھایا ہے کہ بزار اور ابو یعلی اور ابن حاتم اور ابن مردویہ نے اسے ابو سعید خدری سے نقل کیا ہے۔

تیسری جو بحار الانوار وغیرہ مین لکھی ہے کہ عبد الرحمن بن صالح کہتے ہین کہ مامون نے عبید اللہ بن موسی سے فدک کا حال تحریراً دریافت کیا تو اونھون نے اسی حدیث کو جسکا

ذکر سید مہدی بن نزار حسینی نے کیا ہے لکھ بھیجا اور اوسکو فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے روایت کیا ہے۔ اسمین دو نام مذکور ہین ایک فضیل بن مرزوق دوسرے عطیہ۔

چوتھی وہ روایت ہے جو طرائف مین بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے بیان کی ہے جس مین سلسلۂ اسناد محذوف ہے۔ اور اسی کو بحوالۂ واقدی قاضی نور اللہ تستری نے احقاق الحق مین نقل کیا ہے۔

پانچوین وہ روایت جو معارج النبوت اور مقصد اقصی سے عماد الاسلام وغیرہ مین نقل کی گئی ہے یہ ہے کل مایۂ ناز علمائے امامیہ کا اور یہ ہے مجموعہ اون تمام روایتون کا جسکو وہ بہت بڑے زور شور سے سنیون کے مقابلے مین ہبۂ فدک کے ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے ہین۔ اور چونکہ یہ روایتین مختلف طور سے اور مختلف موقع پر بحث فدک مین بیان کی جاتی ہین بیچارے ناواقف سنی اونھین دیکھکر گھبرانے لگتے ہین اور یہ سمجھکر کہ یہ روایتین تو ہماری ہی کتابون سے نقل کی گئی ہین اور غالباً صحیح ہونگی حیران رہجاتے ہین۔ اور اکثر لوگون کو خلجان اور اپنے عقائد مین شبہ پیدا ہونے لگتا ہے۔ مگر اب کہ ہمنے اون سب کو ایک جگہ جمع کر دیا اس سے دیکھنے والون کو معلوم ہو سکے گا کہ سلسلہ ان تمام روایتون کا ابو سعید پر ختم ہوتا ہے اور ابو سعید سے عطیہ نے اور عطیہ سے فضیل بن مرزوق نے آگے چلایا ہے۔ اور انھین سے اس روایت کا سلسلہ آیندہ بڑھا ہے۔ غرضکہ جو کچھ پھل پھول اسمین لگائے گئے ہین اوسکی جڑ ابو سعید ہین۔ مگر ابو سعید کے نام مین ایک عجیب دھوکا دیا گیا ہے جس سے ناظرین کو شبہ ہوتا ہے کہ یہ ابو سعید ابو سعید خدری ہین جو صحابی تھے حالانکہ یہ ابو سعید ابو سعید خدری نہین ہین بلکہ یہ وہ ابو سعید ہے جو کلبی کے خطاب سے مشہور اور صاحب تفسیر ہین۔ اونکے بہت سے نام اور مختلف کنیتین ہین۔ اور اسی سبب سے لوگون کو اکثر انکے نام مین دھوکا ہو جاتا ہے۔ کبھی انکا نام محمد بن سائب کلبی سے لیا جاتا ہے۔ اور کبھی حماد بن سائب کلبی کہکر پکارے جاتے ہین۔ اور اونکی تین کنیتین ہین ایک ابو نصر اور دوسری ابو ہشام اور تیسری ابو سعید۔ اور انھین سے

عطیہ عوفی روایت کرتے ہین۔ اور چونکہ عطیہ عوفی شیعہ تھے وہ اس قسم کی حدیثون کو اپنے شیخ
ابو سعید کلبی سے اسطور پر روایت کرتے ہین کہ جس سے دھوکا ہو کہ یہ ابو سعید خدری صحابی سے
روایت ہے کیونکہ وہ حدثنا یا قال ابو سعید کہکر چپ ہو جاتے ہین کلبی یا اور مشہور نام اونکا نہین
لیتے تاکہ لوگون کو شبہ ہو کہ یہ روایت جس سے یہ روایت کرتے ہین وہ ابو سعید خدری صحابی
ہین چنانچہ یہ مغالطہ ظاہر ہو گیا اور اونکی یہ ہوشیاری کھل گئی۔ تاکہ عطیہ اور کلبی کا اصلی حال
اور اصلی اعتقاد ظاہر ہو جائے اور یہ امر کہ عطیہ کی روایت ابو سعید کلبی سے ہے نہ کہ ابو سعید خدری
سے کھل جائے ہم اول عطیہ کا اور پھر ابو سعید کلبی کا حال اسماء الرجال کی کتابون سے بیان
کرتے ہین۔ اور اوس پردے کو جو ایک مدت دراز سے ان روایتون پر پڑا ہوا تھا اوٹھاتے ہین
عطیہ۔ جنھون نے اس روایت کو ابو سعید سے بیان کیا ہے اونکی نسبت تقریب مین جو معتبر
کتاب اسماء الرجال کی ہے لکھا ہے کہ وہ روایت مین خطا بھی کرتے تھے اور تدلیس بھی فرماتے
تھے اور شیعہ بھی تھے کما یقول عطیۃ بن سعد الکوفی یخطئ کثیرا وکان شیعیا مدلسا
اول تو انکی روایت بہ سبب اسکے کہ وہ بہت خطا کرتے تھے یقین کے قابل نہین دوسرے بوجہ
تدلیس کے پایۂ اعتبار سے ساقط ہے تیسرے بہ لحاظ شیعہ ہونیکے یہ روایت شیعونکی ہے نہ کہ سنیونکی۔
روایت مین خطا کرنا اور شیعہ ہونا یہ دو چیزین محتاج بیان نہین ہین مگر تدلیس کیا چیز ہے
اور راوی مین یہ عیب کس درجے کا خیال کیا جاتا ہے البتہ قابل بیان ہے تاکہ ناظرین اس روایت
کی صحت کا صرف ایک تدلیس کے سبب سے اندازہ کر سکین۔ ابن جوزی تدلیس کو روایت
مین اس قدر قبیح اور شنیع سمجھتے ہین کہ وہ تلبیس ابلیس مین لکھتے ہین ومن تلبیس ابلیس
علی علماء المحدثین روایۃ الحدیث الموضوع من غیر ان یبینوا انہ موضوع وھذا خیانۃ منہم
علی الشرع ومقصودھم تنفیق احادیثہم وکثرۃ روایاتہم وقد قال النبی من روی عنی حدیثا
یری انہ کذب فھو احد الکاذبین ومن ھذا الفن تدلیسھم فی الروایۃ فتارۃ
یقول احدھم فلان عن فلان او قال فلان عن فلان یوھم انہ سمع منہ ولم یسمع

وهذا اقبح لانه يجعل المنقطع في مرتبة المتصل انتهى يعنی علما محدثین کو ابلیس حدیث موضوع کی روایت کرنے مین یہ دھوکا دیتا ہے کہ وہ یہ بیان نہین کرتے کہ یہ حدیث موضوع ہے حالانکہ یہ بات اونکی شرع مین خیانت ہے اور راونکا اپنی احادیث کا جاری کرنا اور کثرت سے روایات کا ہونا مقصود ہوتا ہے۔ اور پیغمبر صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری طرف سے کوئی حدیث روایت کرے اور وہ یہ جانتا ہو کہ وہ حدیث جھوٹی ہے تو وہ خود بھی جھوٹوںمین کا ایک جھوٹا ہے۔ اور فن حدیث مین روایت کی تدلیس یہ ہے کہ راوی یہ کہے فلان نے فلان سے یا فلان نے کہا فلان سے جس سے وہم دلاتا ہے کہ فلان نے فلان سے سنا ہے حالانکہ نہین سنا تو یہ بہت بری بات ہے اسلیے کہ راوی حدیث منقطع کو (جس کا راوی بیچ مین سے جھوٹا ہو) متصل کے (جس کے راوی برابر سلسل ہون) برابر کرنا چاہتا ہے۔ انتہی۔

اور میزان الاعتدال مین انکی نسبت لکھا ہے عطية بن سعد العوفي الكوفي تابعي شهير ضعيف... قال سالم المرادي كان عطية يتشيع وقال احمد ضعيف الحديث وكان هشيم يتكلم في عطية وروى ابن المديني عن يحيى قال عطية وابوهارون وبشر بن حرب عندي سواء وقال احمد بلغني ان عطية كان ياتي الكلبي فياخذ عنه التفسير كان يكتبه بابي سعيد فيقول قال ابوسعيد قلت يعني يوهم انه الخدري وقال النسائي وجماعة ضعيف یعنی عطیہ بن سعد عوفی کوفی تابعی مشہور ضعیف ہے اور ابو حاتم کہتے ہین کہ اونکی حدیث ضعیف ہے۔ اور سالم مرادی کہتے ہین کہ عطیہ شیعہ تھا۔ اور امام احمد کہتے ہین کہ وہ ضعیف الحدیث ہے۔ اور ہشیم کو عطیہ مین کلام ہے۔ اور ابن مدینی نے یحیی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہین کہ عطیہ اور ابو ہارون اور بشر بن حرب میرے نزدیک برابر ہین۔ اور امام احمد کہتے ہین کہ مجھے یہ خبر پہونچی ہے کہ عطیہ کلبی کے پاس آتے اور اونسے تفسیر لیتے اور اوسے ابوسعید کے نام سے لکھدیتے اور یون کہتے کہ ابوسعید نے

ایسا کہا ہے۔ ذہبی کہتے ہین کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مقصود اونکا یہ ہوتا کہ لوگ یہ سمجھین کہ یہ
ابوسعید خدری ہین۔ اور نسائی اور ایک جماعت نے اونکو ضعیف بتایا ہے۔ اور سخاوی نے
رسالۂ منظومۂ جزری مین جو اصول حدیث مین ہے باب من له اسماء مختلفة ونعوت متعددة
مین جہان کلبی کا ذکر لکھا ہے وہان یہ بیان کیا ہے وهو ابوسعيد الذی روی عنه عطية
العوفی موهما انه الخدری کہ یہی کلبی ابوسعید کی کنیت سے بھی پکارے جاتے ہین۔ اور عطیہ عوفی
اونسے جو روایت کرتے ہین وہ اسی کنیت سے یعنی قال ابوسعید کہکر روایت کرتے ہین۔
تاکہ لوگون کو یہ خیال ہو کہ یہ ابوسعید خدری ہین۔

اس حقیقت سے جو ہمنے عطیہ کی بیان کی مثل آفتاب و زروشن کے یہ بات کھل گئی کہ یہ
روایت ابوسعید خدری سے جو صحابی رسول تھے نہین ہے۔ بلکہ ابوسعید کلبی سے ہے جو مفسر تھے۔

اب ہم ابوسعید کلبی کا حال ظاہر کرتے ہین تاکہ معلوم ہو جاسے کہ یہ حضرت جن پر
ان تمام روایتون کا سلسلہ ختم ہوتا ہے جھوٹے اور حدیثون کے بنانے والے اور شیعہ تھے۔
انکی نسبت امام سخاوی نے شرح رسالۂ منظومۂ جزری مین اوس باب مین جسکا اوپر ذکر ہوا
یہ لکھا ہے کہ اون لوگونمین سے جنکے مختلف نام اور متعدد لقب اور کنیتین ہین ایک محمد بن
سائب کلبی مفسر ہین اونھین کی کنیت ابو نضر ہے۔ اور اس کنیت سے ابن اسحاق اون سے
روایت کرتے ہین۔ اور اونھین کا نام حماد بن سائب ہے اور ابواسامہ اسی نام سے
اونسے روایت کرتے ہین اور اونھین کی کنیت ابوسعید ہے اور اسی کنیت سے عطیہ عوفی
اونسے روایت کرتے ہین تاکہ لوگون کو شبہ مین ڈالین کہ یہ ابوسعید خدری ہین۔ اور انھین
کی کنیت ابوہشام بھی ہے اور اس کنیت سے قاسم بن الولید اونسے روایت کرتے ہین
اصل الفاظ شرح مذکور کے یہ ہین۔ ان من امثلته (ای من له اسماء مختلفة ونعوت متعددة)
محمد بن السائب الکلبی المفسر هو ابو النضر الذی روی عنه ابن اسحٰق وهو حماد بن
السائب روی عنه ابواسامة وهو ابوسعيد الذی روی عنه عطية الکوفی موهما

انه الخدری وهو ابو هشام روی عنه القاسم بن الولد اور تقریب مین اُنکی
نسبت یہ لکھا ہے محمد بن السائب بن بشیر الکلبی ابو النضر الکوفی النسابۃ المفسر
متهم بالکذب ورمی بالرفض من السادسۃ مات سنۃ مأتۃ وستۃ و اربعین کہ محمد بن سائب
کلبی نسب جاننے والے اور تفسیر لکھنے والے جھوٹ اور رفض سے متہم ہین اور میزان الاعتدال
مین انکی نسبت لکھا ہے محمد بن السائب الکلبی ابو النضر الکوفی المفسر النسابۃ الاخباری
قال الثوری اتقوا الکلبی فقیل فانك تروی عنہ قال انا اعرف صدقہ من کذبہ قال البخاری
ابو النضر الکلبی ترکہ یحیی وابن مهدی ثم قال البخاری قال علی حدثنا یحیی عن
سفیان قال لی الکلبی کلما حدثتك عن ابی صالح فهو کذب وقال یزید بن زُریع
حدثنا الکلبی وکان سبائیا قال ابو معاویۃ قال الاعمش اتق هذه السبائیۃ فانی
ادرکت الناس وانما یسمونهم الکذابین وقال ابن حبان کان الکلبی سبائیا من اولئك
الذین یقولون ان علیا لم یمت وانه راجع الی الدنیا ویملأها عدلا کما ملئت جورا وان
رأوا سحابۃ قالوا امیر المؤمنین فیها وعن ابی عوانۃ سمعت الکلبی یقول کان
جبریل یملی الوحی النبی صلعم فلما دخل النبی صلعم الخلاء جعل یملی علی علی
وقال احمد بن زهیر قلت لاحمد بن حنبل یحل النظر فی تفسیر الکلبی قال لا وقال
الجوزجانی وغیر کذاب وقال الدارقطنی وجماعۃ متروك وقال ابن حبان وضوح
الکذب فیه اظهر من ان یحتاج الی الاعراق فی وصفه یروی عن ابی صالح عن ابن عباس
التفسیر وابو صالح لم یر ابن عباس ولا سمع الکلبی من ابی صالح فلما احتیج الیه اخرجت له
الارض افلاذ کبدها لا یحل ذکره فی الکتب فکیف الاحتجاج بہ کہ محمد بن سائب کلبی جنکی
کنیت ابو النضر ہے وہ کوفی ہین اور مفسر اور نسب جاننے والے اخباری ہین ۔ امام ثوری
اونکی نسبت کہتے ہین کہ کلبی سے بچنا چاہیے اسپر اونسے کسی نے کہا کہ آپ تو خود اون سے
روایت کرتے ہین تو اونھون نے جواب دیا کہ مین اونکے جھوٹ کو اونکے سچ سے جدا کرتا

جانتا ہون۔ اور بخاری نے کہا ہے کہ یحیی اور ابن مہدی نے اوسکی روایت قابل ترک بتلائی ہے اور بخاری نے یہ بھی کہا ہے کہ علی نے یحیی سے اور اونھون نے سفیان سے بیان کیا ہے کہ کلبی نے سفیان سے کہا کہ ابو صلح سے جو مین تمسے روایت کرون وہ جھوٹی ہے۔ اور یزید بن زریع نے کلبی سے روایت کی ہے کہ وہ عبد اللہ بن سبا کے فرقے کا تھا۔ اور ابو معاویہ کہتے ہین کہ اعمش نے کہا ہے کہ اس سبائیہ فرقے سے بچنا چاہیے کیونکہ وہ کذاب ہوتے ہین۔ اور ابن حبان نے کہا ہے کہ کلبی سبائی تھا یعنی اون لوگو نمین سے جو کہتے ہین کہ علی کرم اللہ وجہہ نہین مرے اور پھر وہ دنیا کی طرف رجعت کرین گے اور اوسے انصاف سے اوسی طرح بھر دین گے جیسے کہ وہ ظلم سے بھری ہوئی ہوگی اور جبکہ وہ بادل کو دیکھتے تو کہتے کہ امیر المومنین اسی مین ہین۔ اور ابی عوانہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہین کہ مین نے خود کلبی کو یہ کہتے سنا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام پیغمبر خدا صلعم پر وحی بیان کرتے اور ایسا اتفاق ہوتا کہ آپ رفع ضرورت کے لیے بیت الخلاجاتے تو جبرئیل علیہ السلام علی رضی اللہ عنہ پر اوس وحی کو املا کرتے یعنی اونسے کہتے۔ اور احمد بن زہیر کہتے ہین کہ مین نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ کلبی کی تفسیر کا دیکھنا درست ہے اونھون نے کہا نہین۔ اور جوزجانی وغیرہ نے کہا ہے کہ کلبی بڑا جھوٹا ہے اور دار قطنی اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ وہ متروک ہے یعنی اوسکی روایت لینے کے لائق نہین ہے۔ اور ابن حبان کہتے ہین کہ اوس کا جھوٹ ایسا ظاہر ہے کہ بیان کرنیکی حاجت نہین ہے۔ اور ان حضرت کے صفات مین سے یہ صفت بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ تفسیر کو ابی صالح سے اور ابو صالح کی روایت ابن عباس سے بیان کرتے ہین حالانکہ نہ ابو صالح نے ابن عباس کو دیکھا ہے نہ کلبی نے ایک حرف ابو صالح سے سنا۔ مگر جب اونکو تفسیر مین کچھ بیان کرنیکی حاجت ہوتی تو اپنے دل سے نکال لیتے ایسے کا ذکر کرنا بھی کتاب مین جائز نہین ہے نہ کہ اوس سے سند لینا۔

اور تذکرۃ الحفاظ مین ذہبی نے اونکے فرزند ارجمند ہشام بن کلبی کا جھان

بیان لکھا ہے وہان انکے پدر بزرگوار یعنی محمد بن سائب کلبی کو رافضی لکھا ہے اور اونکے فرزند کو اس قسم کے متروکین مین سے کہ جسکو حفاظ حدیث مین داخل بھی نہین کیا جیسا کہ وہ کہتے ہین هشام بن الکلبی الحافظ احد المتروکین لیس بثقة فلهذا لم ادخله بین حفاظ الحدیث وهو ابو المنذر هشام بن محمد بن السائب الکوفی الرافضی النسابة اور یاقوت حموی نے معجم الادبا مین جہان محمد بن جریر طبری کی کتابونکا ذکر کیا ہے لکھا ہے ولم یتعرض ای الطبری لتفسیر غیر موثوق به فانه لم یدخل فی کتابه شیئاً عن کتاب محمد بن السائب الکلبی ولا مقاتل بن سلیمان ولا محمد بن عمر الواقدی لانهم عنده اظناء کہ طبری نے غیر معتبر تفسیر اپنی تفسیر کی کتاب مین بیان نہین کی اور اسی لیے اپنی کتاب مین کچھ بھی محمد بن سائب کلبی اور مقاتل بن سلیمان اور محمد بن عمر واقدی کی کتابون سے نہین لیا کیونکہ یہ لوگ اونکے نزدیک مشکوکین مین سے ہین - اور محمد طاہر گجراتی نے تذکرۃ الموضوعات مین کلبی کی نسبت لکھا ہے قد قال احمد فی تفسیر الکلبی من اوله الی اٰخره کذب لایحل النظر فیه -

یہ حالت ہے ابو سعید کلبی کی جو محققین کے اقوال سے ہمنے بیان کی ہے کہ بلحاظ عقائد کے عبد اللہ بن سبا کے فرقے مین سے ہین اور رجعت کے قائل اور جناب امیر کے بادلون مین چھپے ہونے کے معتقد - اور بلحاظ صدق کے ایسے اعلی درجے پر ہین کہ جنکو نہ دیکھا اور جن سے نہ کچھ سنا اونسے برابر روایت کرتے ہین - اور جس موقع پر جو چاہا اوسے اپنے دل سے گڑھکر بیان کر دیتے ہین - اور اعتبار کی یہ کیفیت ہے کہ معتبر اور محقق تفسیر لکھنے والے مثل طبری کے اپنی کتاب مین اونکی کسی روایت کا نقل کرنا بھی جائز نہین سمجھتے اور یہی ہین واضع یا ناقل حدیث ہبۂ فدک کے جسکو عطیہ نے کہ وہ بھی مدلس اور شیعی تھے اپنے مذہبی عقائد کی حمایت کے لیے انسے روایت کیا اور انکے دیگر نام اور کنیتین چھوڑ کر حدثنا ابو سعید کہکر لوگون کو اس شبہ مین ڈالا کہ یہ ابو سعید خدری ہون گے -

اس بات کا ثبوت کہ ابو سعید جنپر سلسلہ ان حدیثون کا ختم ہوتا ہے ابو سعید خدری نہین ہین صرف خیالی نہین ہے بلکہ اس کا ثبوت متقدمین کی تحریرون اور روایتون سے بھی ملتا ہے۔ مثلاً کنز العمال مین جو روایت حاکم کی تاریخ سے منقول ہے اور جسے عماد الاسلام وغیرہ مین بیان کیا ہے اور سید الحفاظ ابن مردویہ کی روایت جو طرائف اور عماد الاسلام وغیرہ مین منقول ہے اور در منثور سیوطی اور بزار اور ابو یعلی اور ابن حاتم کی روایتون مین صرف ابو سعید سے لکھا ہے خدری کا لفظ اوسکے آگے نہین ہے یہ لفظ اوسی وہم کے سبب سے جس کا ہمنے اوپر ذکر کیا پیچھے بڑھایا گیا۔

اگرچہ عطیہ اور کلبی کے حالات بیان کرنے کے بعد ہبۂ فدک کی روایت کا غلط اور جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا اور ثابت بھی اسطور پر کہ اوسمین کچھ شبہ نہین رہا۔ اور اس بات کی ضرورت باقی نہ رہی کہ اور راویون سے بحث کی جای مگر ہم ہر روایت اور راویون سے بھی بحث کرتے ہین تاکہ معلوم ہو کہ یہ سارے سلسلے متروکین اور مجہولین اور کاذبین اور رافضیین سے کم وبیش بھرے ہوے ہین۔ اور جسکو دیکھیے اوس مین کچھ کچھ تشیع یا تدلیس یا مجہولیت کی بو پائی جاتی ہے۔

پہلی روایت جو طرائف کی سید الحفاظ ابن مردویہ ہمنے نقل کی اوسکے آخری راوی ابو سعید ہین اور جسنے اونسے روایت کی ہے یعنی عطیہ اونکا حال تو معلوم ہو گیا۔ اب فضیل کا حال سنیے جنھون نے عطیہ سے روایت کی ہے۔ انکی نسبت تقریب مین لکھا ہے الفضیل بن مرزوق الکوفی رمی بالتشیع کہ فضیل بن مرزوق بسبب تشیع کے چھوڑ دیے گئے۔ اور تذہیب التہذیب مین لکھا ہے الفضیل بن مرزوق الکوفی قال ابن معین شدید التشیع قال ابو حاتم صدوق یہم کثیرا کہ فضیل بن مرزوق کوفی کی نسبت ابن معین نے کہا ہے کہ بڑے کٹے شیعہ تھے۔ اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ سچے تھے مگر وہم بہت کرتے تھے۔ اور تہذیب مین انکی نسبت لکھا ہے یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ وقال النسائی ضعیف کہ انکی

حدیث لکھ لیجاوے مگر قابل حجت نہین ہے اور نسائی کہتے ہین کہ وہ ضعیف ہین - اور میزان الاعتدال مین ہے قال ابو عبد اللہ الحاکم فضیل بن مرزوق لیس من شرط الصحیح عیب علی مسلم اخراجہ فی الصحیح وقال ابن حبان منکر الحدیث جدا کان ممن یخطئ علی الثقات ویروی عن عطیۃ الموضوعات قلت عطیۃ اضعف منہ قال ابن عدی عندی انہ اذا وافق الثقات یحتج بہ وروی احمد بن ابی خیثمۃ عن ابن معین ضعیف یعنی ابو عبد اللہ حاکم کہتے ہین کہ فضیل بن مرزوق مین شرط صحت نہین ہے - اور حاکم نے امام مسلم پر اس امر سے عیب لگایا ہے کہ اونھون نے اوسکو ثقہ لوگون مین بیان کیا ہے ابن حبان کہتے ہین کہ فضیل بہت ہی منکر الحدیث ہے اور ثقات پر خطا لگایا کرتے تھے - اور عطیہ سے موضوعات روایت کرتے ہین - ذہبی کہتے ہین عطیہ تو انسے بھی زیادہ ضعیف ہے - ابن عدی کہتے ہین کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ فضیل جب ثقات کی موافقت کرین تو انسے احتجاج کیا جاوے - اور احمد بن ابی خیثمہ نے ابن معین سے انکا ضعیف ہونا روایت کیا ہے -

اور فضیل بن مرزوق سے اس خبر کو علی بن عباس نے روایت کیا ہے - انکا حال سنیے - میزان الاعتدال مین ہے علی بن عباس الازرق الاسدی الکوفی عن العلاء بن المسیب وابن ابی سلیم وغیرھما روی عباس عن ابن معین لیس بشئ وقال الجوزجانی والنسائی والازدی ضعیف وقال ابن حبان فحش خطاؤہ فاستحق الترک ..... القاسم بن زکریا ثنا عباد بن یعقوب ثنا علی بن عباس عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ ﷺ فاطمۃ رض فاعطاھا فدک قلت ھذا باطل ولو کان دفع ذلک لما جاءت فاطمۃ رض تطلب شیئا ھو فی حوزھا وملکھا وفیہ غیر علی من الضعفاء کہ علی بن عباس ازرق اسدی کوفی علاء بن مسیب اور ابن ابی سلیم وغیرہما سے روایت کرتے ہین - اور عباس نے ابن معین سے بیان کیا ہے

کہ یہ کچھ نہین ہین اور جوزجانی اور نسائی اور ازدی اونکو ضعیف کہتے ہین - اور ابن حبان کہتے ہین کہ یہ ایسی خطائین فاحش کرتے تھے جس سے چھوڑ دینے کے مستحق ہوے - قاسم بن ذکریا نے کہا کہ عباد بن یعقوب نے ہمسے بیان کیا اور اوسنے علی بن عباس نے اور اوس سے فضیل بن مرزوق نے اور اوس سے عطیہ نے اور اوس سے ابو سعید نے کہ جب آیہ وآت ذا القربیٰ حقه نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہؓ کو بلاکر فدک دیدیا - ذہبی کہتے ہین کہ یہ حدیث باطل ہے - اگر آپ فدک دیدیتے تو حضرت فاطمہؓ پھر کچھ طلب نفرماتین اسلیے کہ فدک آپ کے قبضے اور ملک مین ہوتا - اور اس حدیث مین سوائے علی بن عباس کے اور بھی ضعیف راوی ہین -

اور علی بن عباس سے عباد بن یعقوب روایت کرتے ہین ان حضرت کا حال معلوم کیجیے - تقریب مین یہ لکھا ہے عباد بن یعقوب الرواجِنی بتخفیف الواو وبالجیم المکسورة والنون الخفیفة ابو سعید الکوفی صدوق رافضی حدیثه فی البخاری مقرون بالغ ابن حبان فقال یستحق الترك یعنی عباد بن یعقوب رافضی تھے انکی ایک حدیث بخاری مین ہے جسکی نسبت ابن حبان نے نہایت مبالغہ کرکے کہا ہے کہ وہ چھوڑ دینے کے لائق ہے اور مغنی مؤلفہ صاحب مجمع البحار مین ہے ابن یعقوب الرواجنی صدوق رافضی حدیثه فی البخاری مقرون فقیل علیه هو یستحق الترك اور تذہیب التہذیب مین ہے عباد بن یعقوب الاسدی ابو سعید الرواجنی احد رؤس الشیعة... قال ابن عدی فیه غلو روی احادیث منکرة فی فضائل اهل بیت وقال صالح بن محمد یشتم عثمان کہ عباد بن یعقوب شیعون کے بڑے لوگون سے ہین - ابن عدی کہتے ہین کہ انمین تشیع کا غلو تھا فضائل اہل بیت مین بہت سی حدیثین منکر روایت کرتے ہین - اور صالح بن محمد کہتے ہین کہ یہ حضرت عثمان غنیؓ کو برا کہا کرتے تھے - اور میزان الاعتدال مین ہے عباد بن یعقوب الاسدی الرواجنی الکوفی من غلاة الشیعة ورؤس البدع لکنه صادق فی الحدیث

عن شریک والولید بن ابی ثور وخلق وعنه البخاری حدیثا فی الصحیح مقرونا باخر
وقال ابن خزیمة حدثنا الثقة فی روایته والمتهم فی دینه عباد وروی عبدان
الاهوازی عن الثقة ان عباد بن یعقوب کان یشتم السلف وقال ابن عدی یروی احادیث
فی الفضائل انکرت علیه وقال صالح جزرة کان عباد بن یعقوب یشتم عثمان وسمعته
یقول الله اعدل من ان یدخل طلحة والزبیر الجنة قاتلا علیا بعد ان بایعاه ... وکان
داعیة الی الرفض ومع ذلک یروی المناکیر عن المشاهیر فاستحق الترک وقال
الدارقطنی عباد بن یعقوب شیعی صدوق یعنی عباد بن یعقوب اسدی رواجنی کوفی غالیان شیعہ اور
بدعیتون کے رئیسون مین سے ہین لیکن حدیث مین صادق ہین شریک اور ولید بن ابی ثور اور
بہت سی خلق سے روایت کرتے ہین اور اونسے بخاری نے ایک حدیث جو دوسرے راوی سے
مقرون ہے روایت کی ہے - اور ابن خزیمہ کہتے ہین کہ ایسا شخص جو روایت مین ثقہ اور دین مین
متہم ہو کر ہمسے حدیث بیان کرتا ہے وہ عباد ہے - اور عبدان اہوازی نے ثقہ سے روایت
کی ہے کہ یہ سلف کو گالیان دیا کرتے تھے - اور ابن عدی کہتے ہین کہ یہ فضائل مین احادیث منکر
روایت کرتے ہین - اور صالح جزرہ کہتے ہین کہ عباد عثمان غنی رض کو گالیان دیتا تھا - اور مین نے
اوسکو یہ بھی کہتے سنا کہ اللہ تعالی اس امر سے زیادہ عادل ہے کہ طلحہ اور زبیر کو جنت مین داخل کرے
کیونکہ اونھون نے حضرت علی رض سے بیعت کرنیکے بعد قتال کیا - اور یہ رفض کی طرف لوگون کو بلایا کرتا
تھا - اور باوجود اسکے مشاہیر سے منکر احادیث روایت کرتا ہے اسلیے مستحق ترک ہوا - دارقطنی
کہتے ہین کہ عباد پکا شیعہ ہے -

اس روایت کے سلسلے مین جن لوگون کے نام اسماء الرجال کی اون کتابون مین
ہمکو ملے جو ہمارے پاس ہین اونمین پانچ نام پائے گئے اور خدا کے فضل سے پانچون شیعہ نکلے -
یعنی عباد بن یعقوب - علی بن عباس - فضیل - عطیہ - ابو سعید - اور ان سب کے بزرگ جو بانی
اس روایت کے ہین وہ ابو سعید کلبی ہین جن کا درجہ تشیع سے بھی بالا ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے

کہ وہ حضرت علیؑ کی موت کے بھی قائل نہین بلکہ اونکی رجعت کے معتقد ہین۔

دوسری روایت جو بحار الانوار مین بحذف اسانید اور تفسیر مجمع البیان طبرسی مین بہ تفصیل اسناد سید ابو حمید مہدی ابن نزار حسینی سے شروع اور ابو سعید خدری پر منتہی ہوتی ہے اوسکے اخیر تین راوی فضیل بن مرزوق اور عطیہ کوفی اور ابو سعید کلبی ہین جنکو غلطی سے یا دھوکے سے ابو سعید خدری سمجھا ہے۔ باقی اس سلسلے مین ایک یحیی بن یعلی ہین اونکی نسبت تقریب مین ہے یحیی بن یعلی الاسلمی کوفی شیع ضعیف من التاسعۃ اور تہذیب التہذیب مین ہے یحیی بن یعلی الاسلمی ابو زکریا الکوفی القطوانی عن یونس بن خباب والاعمش وعنہ جندل ابن والق وقتیبۃ قال ابن معین لیس بشیء وقال ابو حاتم ضعیف الحدیث کہ یحیی بن یعلی شیعی ضعیف ہین اور ابن معین کہتے ہین کہ کچھ نہین ہین اور ابو حاتم کہتے ہین کہ ضعیف الحدیث ہین۔ باقی راویون کی حقیقت نہ موجودہ کتابون مین نکلی اور نہ اونکے تحقیق کی ضرورت ہے اسلیے کہ بالفرض اگر وہ صدوق اور سنی ثقہ بھی ہون تاہم سلسلہ روایت اون تین پر ختم ہوتا ہے جو شیعی اور مدلس ہین اور اخیر کے راوی جو بانی حدیث ہین اور جنکو ابو سعید خدری غلطی یا دھوکے سے لکھا ہے وہ کاذب اور واضع حدیث اور شیعی غالی ہین جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔ سوائے اسکے یہ روایت جو بحار الانوار مین لکھی ہے اوسمین کسی کتاب کا حوالہ نہین کہ جسکی طرف رجوع کیجائے کیا تعجب ہے بلکہ گمان غالب ہے کہ یہ روایت شیعون ہی کی ہو اور ملا باقر مجلسی نے یا صاحب مجمع البیان نے اپنے یہانکی کتابون سے نقل کیا ہو۔

تیسری روایت جسکو بحار الانوار مین سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کیا ہے اور اونھون نے تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے اس روایت کو لیا ہے۔ اسکی نسبت اول تو یہ دیکھنا ہے کہ محمد بن عباس بن علی بن مروان کون بزرگ ہین۔ منتہی المقال فی اسماء الرجال کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ علما اور مفسرین شیعہ مین سے ہین جیسا کہ انکے ترجمہ کتاب مذکور مین لکھا ہے محمد بن عباس بن علی بن مروان بن الماھیار ابو عبداللہ البزاز المعروف

یابن الحجام ثقة ثقة فی اصحابنا عین سدید کثیر الحدیث له کتاب المقنع فی الفقه کتاب الدواجن کتاب ما انزل من القرآن فی اهل البیت وقال جماعة من اصحابنا انه کتاب لم یصنف فی معناه مثله وقیل انه الف ورق جش صه الا ذکر الکتابین الاولین وفی ست اخبرنا بکتبه ورِوایاته جماعة من اصحابنا عن ابی محمد هارون بن موسی التلعکبری عنه اقول فی مشکا ابن عباس بن علی بن مروان الثقة عنه التلعکبری کہ محمد بن عباس ثقہ ہین اور ہمارے اصحاب مین سے ہین نہایت کثرت سے حدیثین روایت کرتے ہین اور بہت کتابین انکی تصنیفات مین سے ہین اونمین سے ایک تفسیر مین اون آیات قرآنی کے ہے جو اہل بیت کی شان مین نازل ہوئین اور جسکی نسبت ہمارے بہت سے عالمون نے کہا ہے کہ اس قسم کی کتاب اس باب مین کبھی تصنیف نہین ہوئی اور اوسکے ہزار ورق ہین" اسلیے اس تفسیر مین لکھا ہونا تو صرف شیعون کو مقبول ہوگا نہ کہ سنیون کو - اور ان حضرت نے اپنی تفسیر مین یہ لکھا نہین کہ اس روایت کو سنیون کی کتاب سے لیا ہے یا شیعون کی مگر یہ بھی وہی روایت ہے جسکو ہم اوپر بیان کر چکے اسلیے کہ اسمین دو طریقون سے اس روایت کو بیان کیا ہے ایک تو محمد بن محمد اور ہیثم بن خلف اور عبد اللہ بن سلیمان اور محمد بن قاسم سے کہ یہ چارون کہتے ہین حدثنا عباد بن یعقوب یعنی یہ حدیث اونکو عباد بن یعقوب سے پہونچی اور عباد بن یعقوب کو علی بن عباس سے (جسکو غلطی سے عابس لکھا ہے) اور دوسرا سلسلہ یہ ہے کہ جعفر بن محمد حسینی روایت کرتے ہین علی بن منذر طریقی سے اور وہ روایت کرتے ہین علی بن عباس سے پس یہ دونو سلسلے علی بن عباس پر ختم ہوتے ہین اور علی بن عباس کا سلسلہ ختم ہوتا ہے فضیل پر اور اونکا عطیہ پر اور اونکا ابو سعید پر - اور ان تینون کا حال بخوبی معلوم ہو چکا ہے - انسے ایک سلسلہ جو علی بن منذر طریقی سے چلا ہے اوسکی کیفیت یہ ہے کہ علی بن منذر اگرچہ صدوق تھے مگر شیعہ جیساکہ تقریب مین لکھا ہے علی بن منذر الطریقی بفتح المهملة وکسر الراء بعدها تحتانیة ساکنة ثم قاف الکوفی صدوق یتشیع اور میزان الاعتدال مین ذہبی اونکی

نسبت کہتے ہین قال النسائی شیعی محض ثقة اور جبکہ علی بن منذر شیعہ تھے تو اون کی
ایسی روایت پر جو اونکے عقائد کی تائید کرنے والی ہو جو کچھ اعتبار ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے
اور علی بن منذر طریقی سے اس روایت کو جعفر بن محمد حسینی نے روایت کیا ہے - اور یہ نہ صرف
معمولی شیعہ ہین بلکہ نہایت صدوق اور ثقہ من مشائخ الاجازہ شیعون کے ہین جیسا کہ منتہی المقال
مین جو اسماء الرجال مین نہایت معتبر کتاب شیعونکی ہے اونکی نسبت لکھا ہے جعفر بن محمد
بن ابراهیم الحسینی الموسوی المصری یروی عنه التلعکبری وکان سماعه عنه سنة
اربعین وثلاثمائة بمصر وله منه اجازة وزاد فی بعض النسخ ابو القاسم فی الاول فالظ
انه یکنی به وکناه به الشیخ ایض فی محمد بن ابی عمیر وعبر عنه بالشریف الصالح وفی عبد الله
بن احمد بن نهیك ایض کونه من مشائخ الاجازة وذلك امارة الوثاقة اور عبد الله بن
احمد بن نہیک کے ذکر مین لکھا ہے الشیخ الصدوق ثقة اور اوخھین کے تذکرے مین
لکھا ہے اخبرنا القاضی ابو الحسین محمد بن عثمان بن الحسن قال اشتملت اجازة
ابی القاسم جعفر بن محمد بن ابراهیم الموسوی انتهی

دوسرے سلسلے مین ایک راوی محمد بن قاسم بن زکریا ہین اونکی نسبت تقریب مین
لکھا ہے محمد بن القاسم الاسدی الکوفی شامی الاصل لقبه کاو کذبوه یعنی یہ حضرت
جھوٹون مین داخل ہین - اور رجعت پر ایمان لانے والے تھے اس سے بڑھکر انکے تشیع کی
اور کیا دلیل ہوگی کما قال فی میزان الاعتدال محمد بن القاسم بن زکریا المحاربی الکوفی
عن علی بن منذر الطریقی وجماعة تکلم فیه وقیل کان یؤمن بالرجعة وقد حدث بکتاب
النهی عن حسین بن نصر بن مزاحم ولم یکن له فیه سماع ومات سنة ست وعشرین
وثلاثمائة اور ایک راوی اس مین محمد بن محمد بن سلیمان ہین یہ وضع حدیث مین متہم ہین - اور
میزان الاعتدال مین انکی نسبت لکھا ہے محمد بن محمد بن سلیمان عن الطبرانی بخبر
موضوع اتهم به اور ایک راوی عبد الله بن سلیمان بن اشعث ہین انکی نسبت میزان الاعتدال

مین لکھا ہے کہ یہ اول مین منسوب بناصبیت تھے اسلیے یہ بغداد سے نکالدیے گئے مگر پھر علی
بن عیسی کے زمانے مین واپس آئے اور اس داغ کے مٹانے کے لیے اپنے خیال سے بنا بنا کر
فضائل کی حدیثین بیان کین اور اونہین کے ایک شیخ بن گئے الفاظ میزان کے یہ ہین عبداللہ
بن سلیمان بن اشعث السجستانی ابوبکر الحافظ الثقۃ صاحب التصانیف وثقہ الدار قطنی
فقال ثقۃ الا انہ کثیر الخطاء فی الکلام علی الحدیث وذکرہ ابن عدی وقال لولا ما شرطنا
والا لما ذکرتہ الی قولہ سمعت اباداؤد یقول ابنی عبداللہ کذاب قال ابن سعد کفانا
ما قال ابوہ فیہ ثم قال ابن عدی سمعت موسی بن القاسم یقول حدثنی ابوبکر سمعت
ابراہیم الاصبہانی یقول ابوبکر بن ابی داؤد کذاب قال ابن عدی کان فی الابتداء نسب الی
شئ من النصب فنفاہ ابن الفرات من بغداد فردہ علی بن عیسی فحدث واظہر فضائل من تخییل فصار شیخا منہم
یہ حال تو ہے اون دو طریقون کا جو سید ابن طاؤس نے تفسیر محمد بن عباس سے نقل کی ہے
اور لکھا ہے کہ بیس طریقون سے یہ حدیث منقول ہے غالبا یہی کیفیت باقی سلسلون کی بھی ہوگی
بشرطیکہ کوئی اور سلسلے نام کے لیے بھی بیان کیے گئے ہون ہمکو تو ملا باقر مجلسی کی عادت سے
یقین نہین آتا کہ اور کوئی سلسلہ بیان بھی کیا گیا ہوگا کیونکہ اگر بیان کیا گیا ہوتا تو وہ اپنی کتاب
بحار الانوار مین جو ایک دریا ناپیدا کنار ہے لکھنے سے دریغ نفرماتے بلکہ ضرور لکھتے تاکہ دیکھنے
والون کو روایت کی عظمت معلوم ہو۔

چوتھی روایت جو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار مین لکھی ہے اوسکے اول محمد بن عباس ہین
دوسرے علی بن عباس مقانعی تیسرے ابو کریب چوتھے معاویہ بن ہشام پانچوین فضیل بن
مرزوق چھٹے عطیہ ساتوین ابوسعید خدری ہین۔

یہ سلسلہ بھی فضیل بن مرزوق اور عطیہ اور ابوسعید پر منتہی ہوتا ہے اسلیے ہم اس
روایت کو بھی اگرچہ اسکے درمیانی راوی دوسرے ہین دوسری روایت نہین خیال کرتے
اور کیونکر خیال کرین جبکہ آخری راوی تو وہی فضیل اور عطیہ اور ابوسعید ہین۔ انہین سے ایک

درمیانی راوی ابو کریب ہین وہ بھی مجاہیل سے ہین جیسا کہ تہذیب التہذیب مین لکھا ہے
ابو کریب الاسدی قال ابو حاتم مجہول۔

قسم اول جس مین چار روایتین تھین اونکا حال ہم بیان کر چکے اور یہ بات ہمنے صاف صاف دکھادی کہ یہ ایک ہی روایت ہے جسکے آخری راوی شیعی ہین۔ دوسرے قسم کی روایتون کا بھی یہی حال ہے۔

کنز العمال سے جو روایت عماد الاسلام مین نقل کی ہے وہ صرف یہ ہے عن ابی سعید۔ نہ لفظ خدری کا ابو سعید کے آگے ہے اور نہ سلسلہ اسناد کا اوسمین مذکور ہے۔ اور صاحب کنز العمال نے اسکو حاکم کی تاریخ سے لیا ہے اور حاکم نے اسکی نسبت کہا ہے کہ اس روایت کو صرف ابراہیم بن محمد بن میمون نے علی بن عابس سے بیان کیا ہے۔ یہ روایت بھی مثل دوسری روایتون کے تعجب خیز اور نفرت انگیز ہے۔ اسلیے کہ اول تو حاکم خود مائل بہ تشیع تھے بلکہ اس سے بھی کسی قدر بڑھے ہوے اور اونکی کتابونمین موضوع حدیثین منقول ہین اور الفاظ رافضی خبیث بھی اونکی نسبت استعمال کیے گئے ہین جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ ذہبی مین لکھا ہے قال الخطیب ابوبکر ابو عبد اللہ الحاکم کان ثقۃ یمیل الی التشیع فحدثنی ابراہیم بن محمد المردی وکان صالحا عالما قال جمع الحاکم احادیث وزعم انہا صحاح علی شرط البخاری ومسلم منہا حدیث الطیر ومن کنت مولاہ فعلی مولاہ فانکرہا علیہ اصحاب الحدیث ولم یلتفتوا الی قولہ ولا ریب ان فی المستدرک احادیث کثیرۃ لیست علی شرط الصحۃ بل فیہ احادیث موضوعۃ شان المستدرک باخراجہا فیہ قال ابن طاہر سالت ابا اسمعیل الانصاری عن الحاکم فقال ثقۃ فی الحدیث رافضی خبیث ثم قال ابن طاہر کان شدید التعصب للشیعۃ فی الباطن اور راوہون نے جو ابراہیم بن محمد بن میمون سے روایت کی ہے وہ خود اونکے تشیع کو ثابت کرتی ہے اسلیے کہ انکی نسبت منتہی المقال فی اسماء الرجال مین جو کہ شیعون کی معتمد کتاب سے ہے لکھا ہے کہ ابراہیم بن محمد بن میمون کو میزان الاعتدال مین اجلاء شیعہ سے

لکھا ہے کما قال و من کتاب میزان الاعتدال انہ من اجلاء الشیعۃ روی عن علی بن عابس انتھی ولعلہ ابن میمون الآتی اور پھر دوسرے مقام پر لکھتے ہین ابراھیم بن میمون الکوفی صدوق ویاتی فی ترجمۃ عبداللہ بن مسکان ان ابراھیم ھذا حمل جواب مسائل عبداللہ عن ابی عبداللہ فیظھر ان الامام کان یعتمد علیہ فھو معتمد علیہ و فاقا للجمع اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ معمولی شیعہ تھے بلکہ امام جعفر صادق ع کے معتمد علیہ تھے۔ ان حضرت نے روایت کی ہے علی بن عابس سے جو حقیقت مین علی بن عباس ہین اور علی بن عباس کا حال ہم اوپر لکھ چکے کہ انہ کان من الضعفاء والمتروکین۔ اور ان حضرت کا سلسلہ ابو سعید تک پہونچتا ہے اور خیریت سے اسمین خدری کا لفظ بھی نہین ہے جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ ابو سعید ابو سعید خدری نہین ہین بلکہ وہی ابو سعید کلبی ہین۔

دوسری وہ روایت ہے جو عماد الاسلام مین تفسیر درمنثور سیوطی سے اور طعن الرماح مین تفسیر مذکور اور نیز بزار اور ابو یعلی اور ابن حاتم اور ابن مردویہ سے بلا حوالہ سند نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابو سعید خدری سے یہ روایت منقول ہے۔ اس روایت کا سلسلہ اگرچہ منقول نہین ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہی روایت ہے جو سید الحفاظ ابن مردویہ سے اوپر نقل ہو چکی۔ اور مولوی حیدر علی صاحب مرحوم نے اپنی ایک تالیف مین اسکی اسناد بیان کی ہین اور وہ یہ ہین حدثنا عباد بن یعقوب حدثنا ابو یحیی التیمی حدثنا فضیل ابن مرزوق عن عطیۃ عن ابی سعید اسمین بھی ابی سعید کے آگے لفظ خدری نہین ہے اور جس سے تصدیق اس بات کی ہوتی ہے جو اوپر ہم لکھ چکے کہ یہ ابو سعید کلبی ہین۔ اور عطیہ انھین سے روایت کرتے ہین اور سوائے ابو یحیی تیمی سب راوی اسکے شیعی ہین جنکی تفصیلی کیفیت اوپر بیان ہو چکی۔ اور ابو یحیی تیمی کی نسبت تہذیب مین لکھا ہے ضعفہ ابو حاتم کہ یہ بھی ضعفا مین سے ہین غرضکہ یہ روایت بھی کوئی جدید روایت نہین ہے بلکہ وہی ابو سعید کلبی کی روایت ہے۔

تیسری روایت وہ ہے جو بحار الانوار وغیرہ مین لکھی ہے کہ عبد الرحمن بن صالح کہتے ہین

کہ مامون کے پوچھنے پر ہبۂ فدک کے متعلق عبید اللہ بن موسی نے وہ حدیث لکھ بھیجی جسکو فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت از سرتاپا شیعونکی روایت ہے۔ ابتدا بھی اسکی شیعی سے اور انتہا بھی اوسکی شیعی پر ہوتی ہے۔ اسلیے کہ روایت عبد الرحمن ابن صالح سے بیان کی گئی ہے اونکی نسبت میزان الاعتدال ذہبی مین لکھا ہے عبد الرحمن بن صالح الازدی ابو محمد الکوفی کان شیعیا وقال ابو داؤد الف کتابا فی مثالب الصحابة رجل سوء وقال ابن عدی احترق بالتشیع مات سنة خمس وثلاثین ومائتین اور تقریب مین انکی نسبت لکھا ہے عبد الرحمن بن صالح الازدی الکوفی نزیل بغداد صدوق یتشیع وقال ابو داؤد وضع مثالب فی الصحابة کہ یہ حضرت شیعہ تھے اور نہ صرف معمولی شیعہ بلکہ تشیع مین غرق تھے یہانتک کہ صحابہ کے معائب اور مطاعن مین حضرت نے ایک کتاب بھی تصنیف کی۔ پھر انسے کیا تعجب ہے کہ وہ ایسی روایت نقل کرین۔ اور بالفرض اگر یہ سنی بھی ہوتے توچونکہ جس قصے کو یہ بیان کرتے ہین بشرط صحت اوس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مامون کو جو جواب عبید اللہ ابن موسی نے لکھا اوسمین وہی روایت بیان کی جو فضیل بن مرزوق اور عطیہ سے منقول ہے۔ اوران حضرات کا حال ہم اوپر بتفصیل بیان کرچکے۔ اسلیے وہ روایت قابل سند نہین ہے۔

چوتھی وہ روایت ہے جو طرائف اور احقاق الحق مین واقدی اور بشر بن الولید اور بشر بن غیاث سے بحذف سلسلہ اسناد منقول ہے۔ غالبا یہ بھی وہی روایت ابو سعید اور عطیہ اور فضیل کی ہوگی۔ اور چونکہ اسی واقدی اور بشر بن غیاث سے طرائف اور احقاق الحق مین بیان کیا ہے اسلیے اسکی طرف توجہ کرنیکی بھی ضرورت نہین ہے اسلیے کہ واقدی اون بزرگوار مصنفون مین ہین کہ اونکی کتابین نہ صرف ضعیف روایتون بلکہ موضوع اور غلط اور جھوٹی خبرون سے بھری ہوئی ہین اور اونکی غیر معتبر ہونے پر اکثر محققین اور علما کا اتفاق ہے۔ اور بشر بن غیاث کی شان واقدی سے بھی بڑھی ہوئی ہے یہان تک کہ اونکو محققین نے زندیق تک کا خطاب دیا ہے۔

اول واقدی کا حال سنیے انکی نسبت تقریب مین لکھا ہے عمر بن واقد الواقدی المدنی القاضی

تزیل البغداد متروک مع سعۃ علمہ کہ وہ باوجود بہت بڑے عالم ہونیکے متروک ہین۔ اور تذکرۃ الحفاظ
مین ذہبی انکی نسبت لکھتے ہین محمد ابن عمر الواقدی الاسلمی الحافظ البحر لم اسق ترجمتہ
ھنا لاتفاقہم علی ترک حدیثہ وھو من اوعیۃ العلم لکنہ لایتقن الحدیث وھو راس فی
المغازی والسیر ویروی عن کل ضرب یعنی واقدی بڑے حافظ ہین۔ مین
انکے ترجمے کو یہان اسلیے نہین لکھتا کہ محدثین نے انکے متروک الحدیث ہونے پر اتفاق کیا ہے۔
اگرچہ یہ زبردست عالم ہین لیکن حدیث مین احتیاط نہین کرتے۔ مغازی اور سِیَر خوب جانتے ہین
مگر ہر طرح کی جھوٹی سچی روایت کرتے ہین۔ اور تذہیب التہذیب مین بھی یہی انکی صفت لکھی
ہے اور پھر لکھا ہے قال البخاری متروک اور تہذیب مین ہے وقال احمد ھو کذاب وقال
ابن معین ھو ضعیف اور میزان الاعتدال مین انکی نسبت لکھا ہے محمد بن عمر بن واقد
الاسلمی صاحب التصانیف واحد اوعیۃ العلم علی ضعفہ وحسبک ان ابن ماجۃ لایجسر ان
یسمیہ قال احمد بن حنبل ھو کذاب یقلب الاحادیث یلقی حدیث ابن اخی الزھری
علی معمر ونحو ذا وقال ابن معین لیس بثقۃ وقال مرۃ یکتب حدیثہ وقال البخاری وابو حاتم
متروک وقال ابو حاتم ایضا والنسائی یضع الحدیث وقال ابن عدی احادیثہ غیر
محفوظۃ والبلاء منہ وقال ابو غالب بن بنت معاویۃ بن عمرو سمعت ابن المدینی
یقول الواقدی یضع الحدیث وقال ابو داؤد بلغنی ان علی بن المدینی قال کان
الواقدی یروی ثلاثین الف حدیث غریب وقال المغیرۃ بن محمد المہلبی سمعت
ابن المدینی یقول الھیثم ابن عدی اوثق عندی من الواقدی ولا ارضاہ فی الحدیث
ولا فی الانساب ولا فی شئ قلت وقد سبق جملۃ من اخبار الواقدی وجوہ وغیر ذلک
فی تاریخی الکبیر ومات وھو علی القضاء سنۃ سبع ومأتین فی ذی الحجۃ واستقر الاجماع
علی وھن الواقدی۔ ان روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ گو وہ بہت بڑے عالم تھے اور
بڑے صاحب تصنیف مگر بالکل نامعتبر یہان تک کہ اونکی وھن اور متروک الحدیث ہونے پر سب

متفق ہین اور اس سے زیادہ اور کیا عیب ہو سکتا ہے کہ حدیث بنایا کرتے تھے اور تیس ہزار
حدیث غریب اونسے منقول ہین انکی روایت کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ معتبر مفسرین
انکی روایت کے نقل کرنے سے بھی پرہیز کرتے تھے جیسا کہ تفسیر طبری کی نسبت ہم اوپر لکھ آئے ہین
کہ اوسکی مفسر نے کلبی اور واقدی سے کچھ بھی اپنی تفسیر مین نہین لیا اسلیے کہ یہ لوگ ضعیف اور
غیر معتبر تھے۔ اور اس سے بڑھکر یہ ہے کہ واقدی کی نسبت بعضون نے بیان کیا ہے کہ اسکے
نام سے جو کتابین مشہور ہین وہ دراصل ابراہیم بن محمد بن ابی یحیی ابو اسحاق مدنی کی ہین جو کہ
رواۃ اور مصنفین شیعہ سے ہین اونکی کتابون کو واقدی نے نقل کیا اور اپنے نام سے اونسے
مشہور کیا اسلیے اسکی کتابین درحقیقت شیعونکی کتابین سمجھنا چاہییں جیسا کہ منتہی المقال فی اسماء
الرجال مین جو معتبر کتابونمین سے شیعونکی ہے ابراہیم بن محمد کے ترجمے کے ذیل مین لکھا ہے
کما یقول ابراھیم بن محمد بن ابی یحیی ابو اسحق مولی اسلم مدنی روی عن ابی جعفر و ابی
عبد اللہ وکان خصیصا والعامۃ لھذہ العلۃ تضعفہ وحکی بعض اصحابنا عن بعض المخالفین
ان کتب الواقدی سائرھا انما ھی کتب ابراھیم بن محمد بن ابی یحیی نقلھا الواقدی وادعاھا وفی فہرست
الشیخ ابن محمد بن یحیی ابو اسحق مولی اسلم مدنی روی عن ابی جعفر وابی عبد اللہ
وکان خاصا بحدیثنا والعامۃ تضعفہ لذلک ذکر یعقوب بن سفیان فی تاریخہ فی اسباب
تضعیفہ عن بعض الناس انہ سمعہ ینال من الاولین ذکر بعض ثقات العامۃ ان کتب الواقدی
سائرھا انما ھی کتب ابراھیم بن محمد بن یحیی نقلھا الواقدی وادعاھا وذکر بعض اصحابنا ان لہ
کتابا مبوبا فی الحلال والحرام عن ابی عبد اللہ الحسین بن محمد الازدی الی قولہ وعامۃ من العامۃ تضعفہ لذلک
ویشھد لہ ما من صاحب میزان الاعتدال وھو کذاب رافضی۔ (دیکھو صفحہ ۲۵ منتہی المقال
مطبوعۂ ایران) ایسے وضاع کی روایت ثبوت مین پیش کرنا اور اوس سے ایسے معرکۃ الآرا
بحثون مین استدلال کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی صحیح روایت اس باب مین حضرات
امامیہ کو نہین ملی اور ملے کیونکر جبکہ اوس کا وجود ہی نہ تھا اور نہ ہے۔ اور جبکہ واقدی کی

کتابونکی نسبت یہ مانا جاے کہ اوسنے ابراہیم بن محمد بن ابی یحیی کی کتابون کو نقل کرکے اپنے نام سے مشہور کیا تو پھر کیا شبہ باقی رہتا ہے کہ یہ کتابین اصل مین شیعون کی ہین۔

بشر بن غیاث کا بھی حال سن لیجیے۔ میزان الاعتدال مین اونکی نسبت لکھا ہے بشر بن غیاث المریسی مبتدع ضال لا ینبغی ان یروی عنہ و قال ابو النضر هاشم بن القاسم کان والد بشر المریسی یهودیا قصابا صباغا فی سویقة نصر بن مالک و قال المروزی سمعت ابا عبد اللہ ذکر بشرا فقال کان ابوہ یهودیا وکان بشر یستغیث فی مجلس ابی یوسف فقال لہ ابو یوسف لا تنتهی او تفسد خشبة یعنی تصلب و قال قتیبة بن سعید بشر المریسی کافر و قال الخطیب حکی عنہ اقوال شنیعة اساء اهل العلم قولهم فیہ وکفرہ اکثرهم لاجلها قال ابو زرعة الرازی بشر المریسی زندیق۔ کہ بشر بن غیاث مریسی بدعتی گمراہ ہے اس لائق نہین کہ اوس سے روایت کیجاوے۔ ابو نضر ہاشم بن قاسم کہتے ہین کہ اس کا باپ یہودی قصاب رنگریز نصر بن مالک کے بازار مین تھا اور مروزی کہتے ہین کہ مین نے ابو عبد اللہ سے سنا ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ بشر قاضی ابو یوسف کی مجلس مین استغاثہ کر رہا تھا کہ قاضی صاحب نے کہا کہ تو باز نہ آئے گا کیا سولی کو خراب کیا چاہتا ہے یعنی سولی دیدین گے اگر تو باز نہ آئے گا۔ اور قتیبہ بن سعید کا قول ہے کہ یہ کافر تھا اور خطیب کہتے ہین کہ اس سے بڑے اقوال منقول ہین جنکی وجہ سے علمانے اسکو کافر کہا ہے۔ اور ابو زرعہ رازی کہتے ہین کہ یہ زندیق تھا۔

پانچوین روایت معارج النبوت کی ہے جو عماد الاسلام مین نقل کی گئی ہے۔ اس روایت سے استدلال کرنے پر ہمکو تعجب ہے کہ جناب مجتہد انام مولنا سید دلدار علی صاحب سے محقق اور متبحر عالم اسے سند مین پیش کرتے ہین۔ معارج النبوت کا حال فارسی پڑھنے والے طالبعلم تک جانتے ہین کہ مولود کے رسالون سے بڑھکر کوئی قدر اور قیمت اوسکی علماکے نزدیک نہین ہے۔ وہ ایک شاعرانہ اور منشیانہ تحریر کے لیے عمدہ نمونہ ہے لیکن بلحاظ صحت کے کچھ بھی اوسکی وقعت

نہین ہے۔ یہ اوس قسم کے مؤرخین مین سے ہین کہ اپنے تنور گرم کرنے کے لیے جو خشک و تر ایندھن اونکو ملا اوسے کام مین لائے اور سامعین کے متعجب اور مسرور اور محظوظ کرنے کے لیے اوسے عمدہ الفاظ مین بیان کیا۔ مگر اوسکو آجتک کسی نے اس قابل نہین سمجھا ہے کہ اوس سے کوئی سند پیش کیجاے نہ سواے رسالون مولوی کے کسی بحث مین آجتک اوس سے کوئی سند پیش کی گئی لہذا اوس مین مرقوم ہونے پر اس روایت سے یا اور کسی روایت سے استدلال کرنا شان علما سے نہایت ہی بعید ہے اور بالفرض اگر وہ اور اوسکا مصنف معتبر و معتمد ہوتے تو اس روایت سے استدلال کرنا اور بھی بعید تھا کیونکہ خود اوسمین اس روایت کے غیر صحیح و ناقابل اعتبار ہونیکی طرف بوجوہ اشارہ موجود ہے وجہ اول صاحب معارج نے باوصف التزام لکھنے واقعات کے اس روایت ہبہ کو واقعہ نہین قرار دیا ہے بلکہ اس روایت کے قبل کی روایت کو جو اس روایت کے منافی ہے واقعہ قرار دیا ہے وجہ دوم صاحب معارج نے اس روایت کو وضعا موخر اور اوسکے منافی روایت کو وضعا مقدم کیا ہے وجہ سوم اس روایت کو بغیر حوالہ نقل کیا ہے اور اسکے منافی روایت کو بحوالہ مقصد اقصی لکھا ہے وجہ چہارم اس روایت کو بغیر عنوان واقعہ و بدون حوالہ بلفظ بعضے گویند نقل کیا ہے جو منقول عن المجہول یا منقول عن المجروح ہونے پر دال ہے اور اسکی منافی روایت کو بعنوان واقعہ و بحوالہ لکھا ہے جو صحیح و قابل اعتبار ہونے پر دال ہے پس بخوبی واضح ہو گیا کہ صاحب معارج نے اس روایت ہبہ کے غیر صحیح و ناقابل اعتبار ہونیکی طرف بوجوہ اشارہ کر دیا ہے لہذا معارج مع اپنے مصنف کے معتبر و معتمد ہونیکی تقدیر پر بھی اوسمین موجود ہونے پر اس روایت سے جو استدلال کیا گیا ہے وہ اس قابل نہین ہے کہ ہم اوسکی نسبت کچھ بھی لکھین بجز اسکے کہ اوسکو علما کی شان سے بعید سمجھین۔

ہمنے تمام روایتونکی حقیقت بیان کر دی اور سب راویونکا حال لکھدیا اور شافی کے تصنیف ہونے کے زمانے سے ابتک جسکو نو سو برس ہوے جتنی روایتین ہبہ کی تائید مین پیش کی گئی تھین اون سب کو دکھا دیا اور یہ مثل کہ ہر گاہ دم بر دو اشتم مادہ بر آمد ان روایتون پر ثابت کر دی

اسلیے کہ ان تمام روایتون کا سلسلہ ابو سعید کلبی تک پہونچتا ہے اور اوسکی روایت بسبب اون عیبون کے جو اوسمین تھے ہرگز قابل لحاظ نہین اور باوجود اسکے کہ یہ ایک ہی ماخذ سے لی گئی ہے ہمکو تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر سید مرتضی علم الہدی اور جناب مولانا دلدار علی صاحب سے محقق اور کاملین نے اس کہنے کی جرأت کی کہ قد روی من طرق مختلفة غیر طریق ابی سعید الذی ذکرہ صاحب الکتاب انہ لما نزل قولہ تعالی وآت ذالقربی حقہ دعا النبی فاطمة فاعطاھا فدک واذا کان ذلک مرویا فلا معنی لدفعہ بغیر حجة کیا یہ بات تعجب انگیز نہین ہے کہ سید مرتضی ایک طریقے سے بھی اس روایت کو بیان نفرمائین اور صرف اوس روایت کو جوابًا عن حد شیعونمین مشہور تھی اور جس کا ذکر قاضی عبد الجبار نے اپنی کتاب مغنی مین کیا تھا کہ شیعہ ایسا کہتے ہین کافی سمجھکر اپنی طرف سے صرف یہ لکھدین کہ اور مختلف طریقون سے بھی یہ روایت منقول ہے - اور پھر کیا اوس سے کم یہ بات تعجب کرنیوالی ہے کہ علم الہدی کے زمانے سے لیکر ابتک باوجودیکہ ہزارون عالم اس مدت مین گذرے اور سیکڑون کتابین اس بحث مین لکھی گئین اور بڑے بڑے دعوی کیے گئے اور نہایت فصیح و بلیغ اور دردانگیز تقریرونمین یہ دعوی بیان کیا گیا اور علماء شیعہ نے سنیون کی ساری کتابین چھان ڈالین نہ متن چھوڑا نہ حاشیہ نہ حدیث کی کتاب باقی رکھی نہ تاریخ کی مگر ایک صحیح روایت بھی اس دعوی کے ثبوت مین اہل سنت کی کتابون سے پیش نکرسکے اور یہ تمنا اپنے ساتھ قبر مین لیگئے - اگر یہ نامور علما اور یہ مشہور متکلمین جنکے علم وفضل کا غلغلہ آسمان تک پہونچا اور جنھون نے اپنے گروہ مین سنیون پر فتح وظفر حاصل کرنیکی خوب شہرت پائی بجائے فصیح و بلیغ تقریرین کرنے اور زور قلم دکھانیکے ایک صحیح روایت پیش کردیتے تو غلط بنیاد پر ایک مبسوط کتاب لکھنے سے اور ہزار قوت بیانیہ ظاہر کرنے سے زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب اور زیادہ موزون ہوتا - مگر ایسا کرنے سے خود اونھون نے دنیا پر ثابت کردیا کہ کوئی روایت ایسی موجود ہی نہین ہے جسے وہ اہل سنت کے مقابلے مین صحیح اور قابل اعتبار قرار دیکر پیش کرسکتے

ثانی - اور کشف الحق - اور طرائف - اور بحار الانوار - اور عماد الاسلام - اور طعن الرماح - اور تشئید المطاعن کے مشہور اور نامور مصنفین سوا اسکے اور کچھ نکر سکے کہ فضیل بن مرزوق اور عطیہ نے جو وضعی اور جھوٹی روایت کلبی سے پائی تھی اور آیندہ مشہور کی تھی اوسی کو پیش کرتے اور اوسی سے استدلال کرتے - اور ہم نہ صرف پچھلے لوگون پر کسی حدیث صحیح کے پیش نکرنے کا الزام دیتے ہین بلکہ اب بھی ہم تحدی کرتے ہین اور ہندوستان اور ایران اور لکھنؤ اور طہران بلکہ تمام دنیا کے شیعون کو مقابلے پر بلاتے اور کہتے ہین کہ اگر تم اپنے دعوی مین سچے ہو تو اب بھی کوئی ایک صحیح روایت جسکے بانی اور راوی شیعہ نہون اہل سنت کی کتاب سے پیش کرو - فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۝

چونکہ اب ہم اچھی طرح اون روایتون کی تکذیب اور تردید کر چکے جو ہماری کتابون سے شیعون نے پیش کی تھین اب ہم اوس تناقض اور تخالف کو دکھاتے ہین جو خود شیعون کی روایتون مین ہے اور جس سے اونکا دعوی خود اون کے یہان کی روایتون سے ثابت نہین ہوتا -

## تناقض اور اختلاف شیعون کی اون احادیث اور اخبار مین جو اس باب مین بیان کی گئی ہین کہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک حضرت فاطمہؓ کو ہبہ کر دیا تھا

ہبۂ فدک کے متعلق اول ہم امامیہ کی اون حدیثون کو بیان کرتے ہین جسمین فدک کے دیے جانیکا ذکر ہے - بعد اوسکے اوس کا تناقض اور اختلاف بیان کرین گے -

(۱) جب آیہ وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا کہ فاطمہؓ کو بلاؤ وہ بلائی گئین آپ نے کہا کہ ای فاطمہؓ فدک اونمین سے ہے جن پر لشکر نے چڑھائی نہین کی اور وہ خاص میرا ہے مسلمانونکا اوسمین کچھ حق نہین ہے اور مین وہ تمھین دیتا ہون اسلیے کہ مجھے خدا نے یہ حکم دیا ہے پس اسے تم اپنے اور اپنی اولاد کے لیے لو - (بحار الانوار کتاب الفتن باب دل

الآیات فی امر فدک صفحہ ۹۰ مطبوعہ ایران از عیون الاخبار)

(۲) دوسری روایت جو تفسیر علی بن ابراہیم قمی مین امام جعفر صادق ؑ سے مروی ہے یہ ہے
کہ پیغمبر خدا صلعم جب ایک غزوے سے لوٹے اور راہ مین اپنے ہمراہیون کے ساتھ کھانا کھا
رہے تھے کہ جبریلؑ نازل ہوے اور کہا کہ ای محمد اوٹھو اور سوار ہو۔ حضرت سوار ہوے اور
جبریلؑ آپ کے ساتھ تھے زمین آپکے واسطے ایسی لپیٹ دی گئی جسطرح کپڑا لپیٹا جاتا ہے
جس سے فوراً آنحضرت صلعم فدک مین پہونچ گئے۔ اہل فدک نے ڈر کر دروازے بند کر لیے اور
کنجیان ایک بوڑھیا کو دیدین جبریلؑ نے اوس سے کنجیان لیکر شہر کے دروازے کھولے
اور آنحضرت صلعم نے اندر داخل ہو کر گھر اور مکانات وغیرہ دیکھے اوس وقت جبریلؑ نے کہا
کہ یا محمد ھذا ما خصک اللہ بہ واعطاکہ دون الناس یہ وہ ہے جسے خدا نے آپکے
لیے مخصوص کیا اور آپ کو عطا فرمایا ہے اور کوئی مسلمان اسمین آپ کا شریک نہین پھر جبریلؑ
نے دروازے شہر کے بند کر دیے اور کنجیان آپ کے حوالے کین۔ جب آپ مدینہ مین داخل
ہوے تو فاطمہؑ کے پاس آئے اور کہا کہ ای میری بیٹی خدا نے فدک مجھے دیا ہے اور مین
اختیار رکھتا ہون کہ جو چاہون کرون وانہ قد کان لامک خدیجۃ رض علی ابیک
مھر وان اباک قد جعلہ لہ بذلک وانحلتکھا لک ولولدک بعدک کہ تمھاری مان کا مہر تمھارے
باپ پر واجب الادا ہے اوسمین مین تمھین اور بعد تمھارے تمھاری اولاد کو فدک دیتا ہون۔
پھر حضرت علیؑ کو بلا کر کہا کہ ہبہ نامہ فاطمہ کے لیے لکھدو۔ چنانچہ ہبہ نامہ آنحضرت صلعم کیطرف سے
علی نے لکھا اور اوسپر حضرت علی اور ام ایمن کی گواہی لکھی گئی۔ پھر اہل فدک آنحضرت کے پاس
آئے اور اونکو چوبیس ہزار دینار سالانہ پر اوسکا اجارہ دیدیا گیا۔ بحار الانوار مطبوعہ ایران صفحہ ۹۰۔
(۳) تیسری روایت مین بعد بیان اس امر کے کہ کسطرح فدک آنحضرت صلعم کے قبضے مین آیا
لکھا ہے کہ آیہ وآت ذا القربی حقہ نازل ہوئی تو آپ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے اوسوقت
جبریلؑ نے فرمایا اعط فاطمۃ ؑ فدکا وھی من میراثھا من امھا خدیجۃ ومن اختھا ھند

بنت ابی ھالہ کہ فاطمہؑ کو فدک دیدیجیے کہ وہ اونکی مان خدیجہ اور اونکی بہن ھند بنت ابی ہالہ
کی میراث مین سے ہے۔ پھر آپنے جو کچھ اوس مین سے مال لیا تھا اوسکو لیکر فاطمہؑ کے پاس
آئے اور اس آیت کی خبر کی فاطمہؑ نے جواب دیا کہ مین آپکی زندگی مین کوئی شئی کارروائی نکرونگی
بلکہ آپ کو میری جان و مال کا اختیار ہے۔ آپنے فرمایا کہ مجھے اس امر کا خوف ہے کہ لوگ تمپر عار
رکھکر اسکو میرے بعد تمسے چھین لین اور تمکو ندین۔ فاطمہؑ نے کہا تو اچھا آپ اپنا حکم جو کرنا
چاہتے ہین کرین۔ آپنے لوگونکو اونکے گھر مین بلاکر سب سے کہدیا کہ یہ مال فاطمہؑ کا ہے اور پھر
اوسکی اونمین تفریق کردی اور ہر سال ایسا ہی کرتے کہ فاطمہؑ کی قوت کے بقدر رکھ لیتے۔
اور جب آپ کی وفات قریب پہونچی تو آپ نے فدک بالکل اونکو دیدیا۔ بحار الانوار صفحہ ۹۱
از مناقب ابن شہر آشوب۔

(۴) چوتھی روایت یہ ہے کہ جب آیہ وآت ذاالقربی حقہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے
جبریلؑ سے پوچھا کہ مسکین تو مین جانتا ہون ذوالقربی کون ہین۔ جبریل نے کہا ھم اقاربک وہ
آپ کے رشتہ دار ہین تب آپ نے حسنؑ و حسینؑ اور فاطمہؑ کو بلاکر کہا کہ خدا نے مجھے حکم دیتا ہے
کہ جو خدا نے فئے مجھے عطا کیا ہے اور جو میرے ساتھ مخصوص ہے وہ تمھین دون۔ اسلیے
مین تمھین فدک دیتا ہون۔ بحار الانوار از تفسیر عیاشی صفحہ ۹۱۔

(۵) عبداللہ بن سنان نے امام جعفر صادقؑ سے ایک بڑی لمبی روایت کی ہے جسکو ہم مفصل
دعوی ہبۂ فدک مین نقل کرین گے اوسمین جہان شہادت حضرت ام ایمن کی بیان کی گئی ہے
اوسمین یہ لکھا ہے کہ جب آپکو جبریلؑ فدک کے حدود بتانے کے لیے لیگئے اور واپس تشریف لائے
تو حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ آپ کہان تشریف لیگئے تھے آپنے فرمایا کہ جبریل مجھے فدک کے حدود بتانے
لیگئے تھے اسپر حضرت فاطمہؑ نے عرض کیا یاابت انی اخاف العیلۃ والحاجۃ من بعدک فصدق
بھا علی فقال ھی صدقۃ علیک فقبضتھا کہ ای میرے باپ مین بعد آپکے افلاس اور محتاجی سے ڈرتی
ہون فدک مجھے دیدیجیے آپنے فرمایا اچھا یہ تمھارے اوپر صدقہ ہے یعنی تمھارے لیے عطیہ ہے

پس فاطمہؑ نے اوسپر قبضہ کر لیا پھر آنحضرت صلعم نے حضرت ام ایمن اور علی سے کہا کہ تم اسپر گواہ رہو۔ بحار الانوار از کتاب الاختصاص صفحہ ۱۰۱۔

یہ روایتین جو اوپر ہمنے بیان کین کچھ جزئی اور غیر ضروری باتون ہی مین باہم مختلف نہین ہین بلکہ اونکا تخالف اون اہم امور مین ہے جو نفس واقعہ پر موثر ہے۔ اور انکے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ واضعین روایات نے ہر موقع اور ہر محل کے واسطے اور ہر اعتراض کے دفع کرنے کے خیال سے یہ روایتین بنائی ہین مگر اونکی کثرت ہی نے وہ تناقض پیدا کر دیا کہ اوسکا دفع کرنا مشکل ہے۔

چنانچہ پہلی روایت مین جو بحوالہ عیون الاخبار بحار الانوار سے ہمنے نقل کی ہے یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیت نازل ہونے پر پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا کہ فاطمہ کو بلاؤ اور وہ بلائی گئین۔ اور دوسری روایت مین جو بحوالہ تفسیر قمی بحار الانوار سے ہمنے نقل کی ہے یہ ہے کہ جب آپ کنجیان فدک کی لیکر مدینہ مین داخل ہوے تو خود فاطمہؑ کے پاس آئے اور کہا کہ تمہاری مان کے مہر مین جو مجھپر واجب الادا ہے تمھین اور تمہاری اولاد کو فدک دیتا ہون۔

اور نیز پہلی روایت مین یہ ہے کہ آپنے فاطمہؑ سے فرمایا کہ مجھے خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ تمکو فدک دیدون۔ اور دوسری روایت مین یہ ہے کہ فدک خدا نے مجھے دیا ہے اور میرے لیے مخصوص کر دیا ہے اور مین اختیار رکھتا ہون کہ جو چاہون کرون اور اس اختیار کی وجہ سے آپنے کہا کہ تمہاری مان کے مہر مین اسے دیتا ہون۔

تیسری روایت مین جو بحوالہ مناقب ابن شہر آشوب ہمنے بحار الانوار سے نقل کی ہے یہ ہے کہ آیہ مذکور کے نازل ہونے پر آپنے جبریلؑ سے پوچھا کہ حق ذوالقربی کا کیا ہے۔ جبریلؑ نے کہا کہ فاطمہؑ کو فدک دیدیجیے کہ وہ اونکی مان خدیجہ اور اونکی بہن ہند بنت ابی ہالہ کی میراث مین سے ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مان کی میراث مین فدک فاطمہؑ کو دیا گیا۔ اور دوسری روایت مین لکھا ہے کہ مان کے مہر مین دیا گیا۔ غالباً جبریل امینؑ نے میراث اور مہر کو ایک تصور

کیا ہوگا۔یا اونسے سہو ہوگیا ہوگا۔سوائے اسکے یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ فدک کی آمدنی چوبیس ہزار دینار سالانہ بتائی گئی ہے۔اور حضرت خدیجہ کے مہر کی تعداد کا یہان کچھ ذکر نہین شاید چوبیس ہزار دینار سالانہ کی آمدنی کی جاگیر ہی مہر مین قرار پائی ہوگی۔

پھر اسی تیسری روایت مین یہ ہے کہ جب آپنے فدک فاطمہ کو دینا چاہا تو اونھون نے عرض کیا کہ آپ کی زندگی مین مین کوئی نئی کارروائی نہین کرنی چاہتی آپ کو میری جان ومال کا اختیار ہے اسپر آپنے فرمایا کہ شاید میرے بعد لوگ تمکو نہ دین تب فاطمہؑ نے کہا بہت اچھا جو آپ کرنا چاہتے ہین کیجیے اسپر آپنے لوگون کو اونکے گھر مین بلا کر سب سے کہدیا کہ یہ مال فاطمہؑ کا ہے۔اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے لوگون کو آنحضرت صلعم نے جمع کرکے فدک کے دینے کا اعلان فرما دیا تھا مگر تعجب ہے کہ حضرات شیعہ اون روایتون مین جن مین یہ ذکر ہے کہ جب فاطمہؑ سے شہادت طلب کی گئی یہ لکھتے ہین کہ آپنے ام ایمن اور علی مرتضی اور حسنینؑ کو شہادت مین پیش کیا اور کسی دوسرے مرد کو شہادت مین پیش نہ کیا اگر واقعی یہ واقعہ بہت سے لوگون کے سامنے ہوا تھا تو بہت سے گواہ اوسوقت زندہ اور موجود ہونگے پھر طلب کرنیکے وقت اونمین سے دوچار کے نام اگر لیے جاتے اور وہ اگر شہادت دیتے تو یا فدک فاطمہ کو ملجاتا یا اونکی حجت ابو بکرؓ پر تمام ہوجاتی۔کیونکہ وہ توجیسا کہ بیان کیا جاتا ہے نصاب شہادت کی تکمیل چاہتے تھے پھر وہ تکمیل کیون نکردی گئی۔اس تیسری روایت سے ایک اور بات ثابت ہوتی ہے جو اس معاملے مین نہایت اہم ہے وہ یہ کہ فدک بعد ہبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے مین رہا اوسکا کل انتظام آپ ہی فرماتے تھے اور اوسکی آمدنی آپ ہی جس مصرف مین چاہتے تھے صرف کرتے تھے اور حضرت سیدہ کو اوسکی آمدنی سے فقط بقدر قوت آپ ہی دیتے تھے پس ہبہ بغیر قبضہ ہوا لہذا اس ہبہ سے فدک حضرت سیدہ کا ملک نہین ہوسکتا ہے اور جس روایت مین بعد ہبہ فدک پر حضرت سیدہ کا قبضہ ہونا اور اونھین کا وکیل اوسپر مامور ہونا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اوس وکیل کو نکالدینا مذکور ہے وہ روایت اس تیسری روایت سے باطل ہوگئی

اور اسی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے لوگون کو فاطمہؓ کے گھر پر بلاکر کہدیا کہ یہ مال فاطمہؓ کا ہے۔ اور دوسری روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضؓ کے ہاتھ سے ہبہ نامہ فاطمہؓ کے نام لکھا دیا تھا اور اوسپر شہادت علیؓ اور ام ایمن کی کرائی تھی۔ تعجب ہے کہ اس خیال سے کہ آیندہ لوگون کو موقع فاطمہؓ کے محروم کرنے کا باقی نرہے یہان تک تو آپنے دور اندیشی فرمائی کہ لوگون کو بلایا اور اونکو جتایا کہ یہ مال فاطمہؓ کو دیا جاتا ہے۔ مگر ہبہ نامہ حضرت علی رضؓ سے لکھوایا اور صرف ام ایمن کی گواہی کرائی اون لوگون مین سے جو بلائے گئے تھے کسیکی گواہی نہ لکھوائی حالانکہ اونمین سے دو چار کی گواہی کرانا زیادہ مناسب اور زیادہ ضروری تھا تاکہ شہادت پر بقول شیعون کے جو اعتراض ہوا وہ نہوتا اور غیر دونکی گواہی سنکر شیخین رضؓ کو بھی دعوی تسلیم ہی کرنا پڑتا۔

اور گو اس تیسری روایت مین یہ ذکر ہے کہ وقت وفات کے آنحضرت صلعم نے فدک فاطمہؑ کو واپس کردیا مگر پھر اوسکی کوئی تفصیل نہین بیان کی گئی کہ کسطرح واپس کیا اور کیونکر فاطمہؑ کا قبضہ کرایا۔ اب اس امر کا ثبوت پیش کرنا شیعون پر ہے کہ یہ کارروائی فدک پر فاطمہؑ کے قبضہ کرانیکی کسوقت ہوئی اور کیونکر اور کن کے سامنے ہوئی۔

چوتھی حدیث دیگر احادیث سے بالکل متناقض ہے اسلیے کہ اور حدیثون سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جب ذوالقربی کے معنی آپ نے جبریلؑ سے پوچھے تو جبریلؑ نے خدا کی طرف سے بالتخصیص حضرت فاطمہؓ کا نام لیا۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا نام ہی نہین لیا بلکہ اسقدر تخصیص ظاہر کردی کہ مراد اس سے آپ ہی کے رشتہ دار ہین یعنی امت کے اقارب مراد نہین۔ اور یہ امر کہ وہ اقارب کون ہین اور کنکو اونکا حق دینا چاہیے پیغمبر خدا صلعم پر چھوڑ دیا گیا۔ اور آپ کے عدل نے یہی تقاضا کیا کہ جو کچھ ہے اور سب اقارب کو چھوڑکر حسنین رضؓ اور فاطمہؑ ہی کو وہ دیدین۔ اور حدیثو نمین تو حضرت فاطمہؓ کی تخصیص کا یہ جواب ہوسکتا تھا کہ آنحضرت صلعم نے یہ تخصیص نہین کی بلکہ خدا ہی سنے ایسا حکم دیا اور آپ صرف اوسکی تعمیل کرنے والے تھے۔

مگر اس حدیث مین جو تخصیص آنحضرت صلعم نے فرمائی اوس کا جواب کچھ ہو ہی نہین سکتا۔ اسواسطے
کہ آپ کی شان سے بعید ہے کہ عدل نفرمائین اور تمام اقارب مین سے صرف اپنے نواسون اور
ایک بیٹی کو منتخب کرلین۔ اور معاذ اللہ اس طور پر دوسرون کے حقوق تلف کیے جائین۔
معلوم نہین کہ حضرات امامیہ پیغمبر صاحب کے اس داغ کو جو اونکے اس قول اور خیال سے لگتا ہے
کیونکر دور کرسکین گے۔ اور اگر کوئی یہ سوال کرے کہ کیا پیغمبر کے عدل اور انصاف اور بے طرفداری اور
بے غرضی کی یہی شان تھی کہ وہ اورون کو چھوڑ کر تین رشتہ دارون کو صرف اسلیے کہ اونھین
زیادہ چاہتے تھے چن لین اور جو کچھ اوسوقت اونکو ملا ہو وہ سب کا سب اونھین کو دیدین۔
معلوم نہین کہ حضرات امامیہ اسکا کیا جواب دینگے ہمارے تو رونگٹے اس سے کھڑے ہوتے
ہین اور پیغمبر کی شان مین اسے ایک نہایت بے ادبی اور گستاخی بلکہ اون پر ایک قسم کا اعتراض
سمجھتے ہین نعوذ باللہ منہا۔ سوا اسکے اکثر روایتون مین جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابوبکرؓ
کی شہادت طلب کرنے پر حضرت فاطمہؓ نے حسنینؓ کو بھی پیش کیا اور اونھون نے بھی گواہی دی
اسکا بھی بطلان ثابت ہوتا ہے۔ اسلیے کہ اس حدیث کی رو سے تو فقط فاطمہؓ دعوی کرنے والی
نہین ہوسکتی تھین بلکہ حسنین کا بھی مدعیون مین شریک ہونا چاہیے تھا پھر وہ کیونکر مدعی
ہوکر گواہونمین پیش کئے جاسکتے تھے۔

پانچوین روایت سے تو سارا بنا بنایا گھر شیعونکا گرجاتا ہے اور سارا تانا بانا اونکا ٹوٹ جاتا ہے
اسلیے کہ جو شہادت ام ایمن کی اوسمین بیان کی گئی ہے اوسمین یہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے
کہا کہ ای میرے باپ مین آپکے بعد افلاس اور احتیاج سے ڈرتی ہون فدک مجھے عطا کردیجیے
آپ نے فرمایا اچھا یہ تمپر صدقہ یعنی عطا ہے۔ اوسپر پیغمبر خدا صلعم نے کہا کہ ای ام ایمن اور ای علی
تم گواہ رہنا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے خود فدک کی درخواست کی اور آپ
کے بعد مفلسی کا خوف بتاکر آپ سے فدک مانگا اور اونکے مانگنے پر آنحضرت نے فدک اونکو دیدیا۔
اس روایت سے آیہ وآت ذا القربی حقہ کا دربارۂ فدک نازل ہونا اور جبریلؑ سے ذو القربی کے معنے

پوچھکر بحکم آیہ وآت ذاالقربی حقہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کو فدک ہبہ کر دینا باطل ہو گیا۔اور وہ روایتین بھی جس مین یہ بیان ہے کہ فدک حضرت فاطمہؑ کو اونکی مان کے مہر یا میراث مین دیا گیا تھا۔ ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ ایسی روایتون کے ہوتے ہوے حضرات امامیہ کسطرح فدک کے ہبہ کو ثابت کر سکتے ہین اور کس منھ سے باوجود ان متناقض روایتون کے ہبۂ فدک کا نام زبان پر لاتے ہین۔

ان متناقض اور مختلف روایتون کے علاوہ ایک اور روایت کافی مین حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے جس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقربی سے مراد علیؓ تھے اور حق اونکا وہ وصیت تھی جو اونکو کی گئی۔اور نیز اسم اکبر اور میراث علم اور آثار علم نبوت جو اونکو دیے گئے۔یہ حدیث باب شصت و چہارم کتاب الحجۃ مین کافی کے منقول ہے۔یہ حدیث بہت بڑی ہے جس مین اس بات کا بیان ہے کہ رسول خدا صلعم ہمیشہ فضائل اہل بیت اطہار فرماتے اور جو کچھ قرآن مین اونکی نسبت بیان ہوا ہے اوسے ظاہر کرتے۔آپنے آیہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا کا بیان کیا اور پھر فرمایا کہ خدا کہتا ہے وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی اور اسکے بعد آپنے فرمایا جسکو بالفاظ ذیل کافی مین بیان کیا ہے ثم قال جل ذکرہ وآتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ فکان علی وکان حقه الوصیة التی جعلت له والاسم الاکبر و میراث العلم و اثار علم النبوة اور اس کا ترجمہ صافی شرح اصول کافی مین ان لفظون سے کیا ہے۔بعد ازان گفت جل ذکرہ در سورۂ بنی اسرائیل بدہ صاحب نزدیک را حق او پس حاضر شد علیؑ برای اخذ حق خود و بود حق او وصیتی از رسول کہ گردانیدہ شد برای او بمعنی اینکہ آن حق با و رسانیدہ شد و اسم اکبر و میراث علم و آثار علم نبوت۔اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے حق ادا کرنے کے لیے نازل ہوئی اور ذوالقربی سے بھی وہی مراد ہین اور اس صورت مین وہ روایتین باطل ہوتی ہین جن مین یہ ذکر ہے کہ یہ آیت فدک کے دینے کے لیے نازل ہوئی

شاید حضرات شیعہ یہ فرمائین کہ دونو روایتین صحیح ہین اور ذوالقربی سے فاطمہؓ بھی مراد ہین اور اونکا حق فدک۔ اور جناب امیرالمؤمنینؑ بھی مقصود ہین اور اونکا حق وصیت اور میراث علم اور اسم اکبر تھا۔ مگر یہ کہنا صحیح نہوگا اسلیے کہ اور روایتون سے صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلعم ذوالقربی اور حق ذوالقربی کی حقیقت سے ناواقف تھے اور اسلیے آپنے جبریلؑ سے پوچھا اور جبریلؑ نے بحکم خدا بتایا کہ اوس سے مراد فاطمہؓ اور حق سے مراد فدک ہے۔ دونو روایتین کسی طرح سے مطابق نہین ہوسکتین۔ اس حدیث کو تفسیر صافی مین ذیل آیہ وآت ذاالقربی سورۂ بنی اسرائیل مین بھی نقل کیا ہے۔ اور چونکہ صاحب تفسیر کو خیال گذرا کہ یہ روایتین متناقض ہین اسلیے بطور دفع دخل مقدر یہ فرمایا اقول لاتنافی بین ھذا الحدیث وبین الاحادیث السابقة ولا بینھما وبین تفسیر العامة کما یظھر للمتدبر العارف بمخاطبات القرآن وفی معنی الحقوق ومن الذی له الحق ومن الذی لاحق له والحمد لله کہ کچھ اختلاف اس حدیث مین اور پچھلی حدیثون مین نہین ہے اور نہ ان حدیثون مین اور سنیونکی تفسیر مین اختلاف ہے جیسا کہ غور کرنیوالے اور مخاطبات قرآن اور معنی حقوق اور مستحق اور غیر مستحق کے جاننے والے پر ظاہر ہے۔ مگر وجہ عدم اختلاف کچھ بیان نہ کی الحمد للہ کہکر ساکت ہو گئے اور متدبر و عارف بالقرآن کے رائے پر رفع تناقض کو چھوڑ دیا مگر متدبر اور عارف بمعنی القرآن کے نزدیک جو کچھ ظاہر ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ ساری روایتین غلط اور یہ تمام باتین بنائی ہوئی اور خلاف سوق قرآن کے ہین۔

چونکہ ہم شیعونکی روایتین بیان کرکے اس بات کو ثابت کر چکے کہ اون روایتونمین باہم ایسا اور اتنا تناقض ہے کہ ایک پر بھی یقین کرنا ناممکن ہے اسلیے اب ہم اس بات کو دکھاتے ہین کہ جو شخص سوق اور مخاطبات قرآنی پر غور کریگا اور جسکو یہ علم ہوگا کہ یہ آیت مکی ہے نہ مدنی وہ اون بیانات کو جو حضرات امامیہ نے اس آیت کے متعلق کیے ہین ایک نوع کی تحریف معنوی سمجھیگا۔

## آیہ وآت ذاالقربی حقہ کے موقع نزول اور طرز بیان پر غور کرنے سے ہبۂ فدک کا ثابت نہونا

جو روایتین ہبۂ فدک کے متعلق حضرات امامیہ کے یہان منقول تھین اونکو نقل کرکے ہمنے ثابت

کر دیا کہ اونمین ایسا اور اتنا نقص ہے کہ از روے اصول شہادت کے وہ قابل اعتبار نہین ہین۔
اب ہم اس بات کو دکھاتے ہین کہ آیہ وآت ذاالقربی حقہ بوجوہ مفصلۂ ذیل شیعون کے دعوی کے مفید یا اوس سے متعلق نہین ہے۔

وجہ اول۔ یہ آیت دو جگہ قرآن مجید مین آئی ہے ایک سورۂ بنی اسرائیل مین دوسرے سورۂ روم مین اور یہ دونو سورتین مکی ہین۔ اور مکے مین فدک کہان تھا۔ فدک تو ساتوین سال ہجرت کے آنحضرت صلعم کے قبضے مین آیا تھا۔

تحفۂ اثنا عشریہ کے باب دوم مین کیدسی و دوم کے ذکر مین مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے لکھا ہے کہ جمعی کثیر از علما ایشان سعی بلیغ نمودہ اند و در کتب احادیث کہ شہرت ندارند و نسخ آن کتب متعدد بدست نمی آید اکاذیب موضوعہ کہ مؤید مذہب شیعہ و مبطل مذہب سنیان باشد الحاق نمایند چنانچہ قصۂ فدک در بعضے تفاسیر داخل نمودہ اند و سیاق حدیث چنین روایت کردہ اند ولما نزلت و اٰت ذاالقربی حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ واعطاھا فدک اما بحکم آنکہ دروغ گو را حافظہ نمی باشد بیاد شان نماند کہ این آیہ مکی است و در مکہ فدک کجا بود۔ اور حاشیہ پر اسکے تفسیر مجمع البیان سے نقل کیا ہے السورۃ الروم مکیۃ الاقولہ تعالی فسبحن اللہ حین تمسون وحین تصبحون بجواب اسکے تقلیب المکائد مین مولانا محمد قلی صاحب فرماتے ہین کہ مجمع البیان مین بہت سے قول اہل سنت کے بھی بطریق نقل و حکایت کے مسطور ہین اور یہ بھی کہ اطلاق مکی کا اس سورت پر باعتبار اکثر آیات کے ہے اور اسکی نظیر قرآن مین بہت ہے۔ اور نیز یہ کہ ممکن ہے کہ یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ہو۔ مرتبہ اول مکے مین اور مرتبہ دوم مدینے مین جیسا کہ فخر الدین رازی نے سورۂ فاتحہ کے شان نزول مین کہا ہے۔ اور یہ بھی کہ مکی اوسکو کہتے ہین جو مکے مین نازل ہوئی ہو عام اس سے کہ قبل ہجرت کے ہو یا بعد ہجرت کے۔ فتح مکے کے سال مین یا حجۃ الوداع کے سنہ مین اور پھر یہ کہتے ہین کہ اگر ہم ان سب باتون سے درگذر کرین تو ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جاے کہ اگرچہ فدک مکے مین نہ تھا لیکن چونکہ خداے تعالی کو اپنے علم ازلی سے معلوم تھا کہ پیغمبر خدا کو بعد ہجرت کے

مدینے مین اور بعد فتح خیبر کے جو امیر المومنین علی بن ابی طالب کے ہاتھ سے ہوگی فدک ملیگا حکم اوس کا پہلی ہی نازل کر دیا اور نزول حکم مین کسی ایسی چیز کا ذکر کرنا جو آیندہ زمانے مین آئیگی قبل اوسکے وقوع کے کچھ حرج نہین ہے۔ اور اسکی بہت سی مثالین ہین جیسا کہ تفسیر کبیر مین وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ کی تفسیر مین امام رازی لکھتے ہین کہ پیغمبر خدا صلعم نے بنی امیہ کو خواب مین دیکھا تھا اسطور پر کہ بندر آپکے منبر پر اوچھلتے کودتے ہین اور پھر فخر الدین رازی کہتے ہین کہ یہ قول ابن عباس کا ہے مگر مشکل اسمین یہ ہے کہ یہ آیت تو مکی ہے اور مکے مین منبر نہ تھا اور پھر اسکا جواب اس طور پر دیتے ہین کہ ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جاے کہ یہ کچھ بعید نہین ہے کہ مکے مین اونکو دکھایا جاے کہ مدینے مین منبر قائم ہوگا۔

چونکہ ضروری بات قابل بحث کے آخری جواب صاحب تقلیب المکائد کا ہے اسلیے اوسی کے الفاظ ہم یہان نقل کرتے ہین باقی کل تقریر جسے دیکھنی ہو وہ صفحہ ۲۳۷ کیدسی و دوم تقلیب المکائد مطبوعہ مطبع اردو اخبار دہلی کو ملاحظہ کرے۔

و اگر ازین ہمہ مراتب تنزل کنیم پس ممکن ست کہ جواب دادہ شود کہ اگرچہ فدک در مکہ نبود لیکن چون حق تعالی شانہ بعلم ازلی میدانست کہ رسول خدا را بعد از ہجرت بمدینہ و فتح جنگ خیبر از دست حق پرست امیر المومنین علی بن ابی طالب فدک بدست خواہد آمد حکم آن از پیشتر نازل کردہ و در نزول حکم امریکہ در استقبال خواہد آمد از وقوع آن ممانعتی نیست و امثال آن بسیار ست۔ و فخر الدین رازی در تفسیر کبیر در تفسیر قولہ تعالی وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ گفتہ القول الثالث فی الرؤیا قال سعید بن المسیب رای رسول اللہ صلعم بنی امیۃ ینزلون علی منبرہ نزو القردۃ فساءہ ذلک وھذا قول ابن عباس رض فی روایۃ والاشکال فیہ ان ھذہ الآیۃ مکیۃ وما کان لرسول اللہ صلعم بمکۃ منبر قال ویمکن ان یجاب عنہ بانہ لا یبعد ان یری بمکۃ ان لہ بالمدینۃ منبرا یتداولہ بنو امیۃ۔

یہ کہنا کہ مجمع البیان مین بہت سے قول اہل سنت کے بھی بطریق نقل و حکایت کے مسطور ہین کافی

جواب نہین ہے کم سے کم اپنے ہی یہان کی روایتون سے اسکو ثابت کرنا تھا کہ یہ سورت مکی نہین ہے بلکہ مدنی ہے۔ نہ یہ جواب کافی ہے کہ اطلاق مکی کا اس سورت پر باعتبار اکثر آیات کے ہے تاوقتیکہ اس کا ثبوت نہ دیا جاے کہ کونسی آیتین اسمین مکی ہین اور کونسی مدنی۔

اور یہ فرمانا کہ ممکن ہے کہ یہ آیت دومرتبہ نازل ہوئی ہو مرتبہ اول مکے مین اور مرتبہ دوم مدینے مین تعجب انگیز ہے اسلیے کہ دومرتبہ تو یہ آیت نازل ہی ہوئی ہے ایک سورۂ روم مین اور دوسری بنی اسرائیل مین۔ اور خیر سے دونو مکی ہین اسلیے یہ فرمانا تھا کہ ممکن ہے کہ یہ آیت تین مرتبہ نازل ہوئی ہو۔

اور یہ فرمانا کہ مکی اوسے کہتے ہین جو مکے مین نازل ہوئی ہو عام اس سے کہ قبل ہجرت کے ہو یا بعد ہجرت کے فتح مکے کے سال مین یا حجۃ الوداع مین۔ کچھ مفید مطلب نہین ہے اسلیے کہ مکے مین فدک فاطمہؑ کو نہین دیا گیا بلکہ مدینے مین اور فوراً بعد قبضے مین آنے فدک کے اسلیے ان سب جوابون سے بہتر نظاہر صاحب تقلیب المکائد کو یہی جواب معلوم ہوا جو اخیر مین فرماتے ہین کہ ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جاے کہ اگرچہ فدک مکے مین نہ تھا لیکن موافق علم ازلی کے پیش از وقوع خدا نے حکم دیدیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ جب فدک تمھارے قبضے مین آوے تو اوسے فاطمہؑ کو دیدینا مگر اس سے بھی مطلب حاصل نہین ہوتا اسلیے کہ جو روایتین حضرات شیعہ نے فدک دینے کی بیان کی ہین اونسے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اوسی وقت آپنے جبریلؑ سے پوچھا کہ ذوالقربی کون ہین اور اونکا حق کیا ہے۔ بلکہ احادیث شیعہ صاف اس بات پر دال ہین کہ یہ آیت بعد فتح خیبر اور فدک کے قبضے مین آنے کے نازل ہوئی ہے۔ نہ قبل اوسکے۔ جیسا کہ تفسیر صافی مین اسی آیت کے ذیل مین لکھا ہے وفی الکافی عن الکاظم فی حدیث لہ مع المھدی ان اللّٰہ تعالی لما فتح علی نبیہ فدک وما والاھا لم یوجف علیہ بخیل ولا رکاب فانزل اللّٰہ علی نبیہ وآت ذا القربی حقہ ولم یدر رسول اللّٰہ صلعم من ھم فراجع فی ذلک جبریلؑ وراجع جبریلؑ ربہ فاوحی اللّٰہ الیہ ان ادفع فدک الی فاطمۃ الخ یعنی امام موسی کاظمؑ سے یہ حدیث

منقول ہے کہ جب فدک فتح ہوا بغیر لڑائی کے تب خدا نے پیغمبر صؐ پر یہ آیت نازل کی کہ وآت ذاالقربی حقہ اور پیغمبر خدا ص نہین جانتے تھے کہ وہ اقارب کون ہین تب آپ نے جبرئیل ؑ سے پوچھا اور جبرئیل نے خدا سے اور وحی آئی کہ فدک فاطمہؑ کو دیدو۔ اس حدیث سے اور دیگر حدیثین جو عیون اخبار رضا وغیرہ مین منقول ہین یہی ثابت ہوتا ہے کہ فدک کے قبضے مین آنے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ اس سے صاحب تقلیب المکائد کا فرمانا کہ بطور پیش بندی قبل از قبضۂ فدک مکے مین یہ آیت نازل ہوئی ہوگی احادیث ائمہ کی تکذیب کرتا ہے۔

غرضکہ کسی طرح بات بنائے نہین بنتی اور یہ مصنوعی روایت کسی پہلو سے صحیح نہین ہوسکتی۔ اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا یہ فرمانا کہ بحکم آنکہ دروغ گورا حافظہ نمی باشد صادق آتا ہے۔

وجہ دوم۔ یہ کہ خطاب وآت ذاالقربی حقہ اگرچہ آنحضرت صلعم کی طرف ہے مگر سیاق قرآنی صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ خطاب عام ہے تمام امت سے۔ نہ مخصوص ہے صرف آپ کی ذات مبارک پر۔ اسلیے کہ یہ آیت جو سورۂ بنی اسرائیل مین ہے اوسمین توحید اور احسان و صلۂ رحم اور مکارم اخلاق کا بیان ہے۔ اور آیات ماقبل ومابعد سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمین تخصیص نہین ہے بلکہ تعمیم ہے چنانچہ آیات ماقبل ومابعد یہ ہین وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ۝ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۝ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ۝ اب ان آیات کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے۔ کہ تیرے رب نے

یہ حکم دیا ہے کہ اوسکے سوا تم کسیکی عبادت مت کرو۔ اور مان باپ کے ساتھ سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے ایک یا دونو مان باپ بوڑھے ہو جائین تو نہ کہ اونسے ہون اور نہ اونکو جھڑک اور کہہ اونسے ادب کی بات۔ اور جھکا اونکے سامنے بازو عاجزانہ اور نیازمندانہ اور یہ دعا مانگ کہ اے رب ان پر رحم کر جسطرح کہ اونھون نے مجھے چھٹ پن مین پرورش کیا۔ تمھارا رب خوب جانتا ہے جو تمھارے دلون مین ہے۔ اگر تم نیک ہو تو وہ توبہ کرنے والون کو بخشتا ہے۔ اور دے قرابت والے کو اوسکا حق اور محتاج کو اور مسافر کو اور مت اوڑا فضول خرچی مین۔ فضول خرچ بھائی ہین شیاطین کے۔ اور شیطان اپنے رب کا ناشکر ہے۔ اور اگر کبھی تو اون سے تغافل کرے بوجہ چاہنے اپنے رب کے رحمت کی جسکی تجھے امید ہے تو اونسے بات نرمی کی ہی کہدے۔ اور مت باندھ لے اپنے ہاتھ گردن مین (یہ کنایہ ہے بالکل خرچ نکرنے سے) اور نہ بالکل فراخ دستی کر کہ بیٹھ رہے ملامت زدہ اور پشیمان۔ تیرا رب تو جسکو چاہتا ہے رزق خوب سا دیتا ہے اور (جسکو چاہتا ہے) کم دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندون کے حال سے خبردار رہے۔

ان آیتون سے پہلے بھی وہ آیتین ہین جن مین شرک اور معاصی سے نہی اور توحید اور عبادت کا امر کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝ کہ خداوند تعالی کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو مت ملاؤ کہ ملامت زدہ اور پشیمان ہو کر بیٹھ رہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اول خداوند تعالی نے شرک اور معاصی کی برائیان بیان کین اور بعد اوسکے توحید اور عبادت ارشاد کیا۔ اور اوسکے پیچھے احسان اور بتیٰ اور صلہ رحم اور مکارم اخلاق کا ذکر فرمایا۔ پس گویا اس صورت مین جو یہ آیتین ہین وہ بیان مین توحید اور عبادت اور صلہ رحم اور مکارم اخلاق اور سلوک اور احسان اور ادائے حقوق کے ہین اور یہ وہ چیزین ہین کہ دراصل امت کی ہدایت اور عمل کے لیے بیان کی گئی ہین۔ اور گویا وہ ایک قانون ہے جسمین انسان کی اخلاقی صفات کا بیان اور اوسپر عمل کرنیکی ہدایت کی گئی ہے۔ کوئی وجہ نہین ہے کہ سب آیتین تو عام ہون اور اونکا خطاب امت کی طرف اور ایک آیت یعنی

وآت ذاالقربی حقہ صرف مخصوص آنحضرت صلعم سے ہو۔ اور پھر وجہ خصوصیت بھی کوئی
موجود نہو۔ مجمع البیان طبرسی مین بھی ان آیتون کے معنی مین علامۂ طبرسی فرماتے ہین کما
تقدم النهی عن الشرك والمعاصی عقبه سبحانه بالامر بالتوحید و الطاعات فقال سبحانه
وقضی ربك الا تعبدوا الا ایاه اور پھر وآت ذاالقربی حقہ کی آیت سے
لیکر تا آیہ انہ کان بعبادہ خبیرا بصیرا جو پانچ آیتین ہین انکی تفسیر مین علامۂ موصوف
فرماتے ہین ثم حث سبحانه نبیه علی ابتاء الحقوق لمن یستحقها و علی کیفیة الانفاق
فقال وآت ذاالقربی حقه معناه وآت القربات حقوقهم التی اوجبها الله لهم فی اموالکم یعنی
خداوند تعالی نے اول شرک و معاصی سے ممانعت کی اوسکے بعد توحید و عبادت کا حکم بیان فرمایا
پھر اپنے پیغمبر کو اون لوگون کے حقوق کو جو اوسکے مستحق ہین دینے اور خرچ کرنے کے طریقون
پر آگاہ کیا اور فرمایا کہ ذوی القربی کو اونکا حق عطا کر یعنی رشتہ دارون کو اونکے حقوق جو
خدا نے اونکے لیے تمھارے مالون مین مقرر کیے ہین عطا کر" پس ان سب آیتون کے دیکھنے
اور سیاق قرآنی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمین کوئی موقع کسی خاص بات مین پیغمبر
صاحب کی تخصیص کا نہین ہے۔ اور اگر خاص آیہ وآت ذاالقربی حقہ کی تخصیص پیغمبر کے ساتھ
کیجاے تو سارا کلام مہمل اور بے معنی ہوا جاتا ہے۔ حضرات امامیہ کو آیہ وآت ذاالقربی حقہ
مین صرف ایک بات سے اسکا موقع ملا کہ اس آیت کے حکم کو آنحضرت صلعم سے مخصوص خیال کرین
اور وہ یہ ہے کہ اس آیت مین خطاب بصیغۂ واحد ہے لیکن علم معانی و بیان کے جاننے والے
بیک طرف معمولی سمجھ کے آدمی اور قرآن کے ترجمہ جاننے والے بھی اس بات کو سمجھتے ہین
کہ قرآن مجید کا طرز بیان ایسا واقع ہوا ہے کہ اکثر خطاب خاص آنحضرت صلعم کی طرف ہوتا ہے
مگر درحقیقت مراد اوس سے امت ہوتی ہے۔ بہت دور جانے اور قرآن کے اور مقامات دیکھنے
کی بھی ضرورت نہین ہے اسی رکوع مین جو طرز بیان خدا کا ہے اوس سے اسکا ثبوت ہوتا ہے
جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝ کہ خدا کے

ساتھ دوسرے کو معبود نہ بنانہین تو ذلیل اور عاجز ہوجائیگا۔ کیا ایک لحظہ کے لیے بھی کوئی مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ یہ خطاب خاص آنحضرت صلعم کی طرف ہے اور اسی لیے مفسرین شیعہ نے بھی اس خطاب کو عام مانا ہے جیسا کہ علامۂ طبرسی فرماتے ہین ان الخطاب للنبی والمراد بہ امتہ کہ یہ خطاب پیغمبر سے ہے اور مراد امت ہے۔ اس آیت کے سوا یہ آیت بھی اسی رکوع مین ہے اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا کہ اگر پہونچ جائین تیرے سامنے بڑھاپے کو مان باپ مین سے ایک یا دونو تو اونسے اف کرکے بات نکر اور نہ اونکو جھڑکی دے اور اونسے ادب کی بات کر۔ کیا کوئی نادان اس خطاب کو آنحضرت صلعم کی طرف سمجھیگا جبکہ آنحضرت صلعم کی شان اس سے ارفع واعلی تھی کہ آپ کو ایسی برائی سے بچانے کے لیے نصیحت کیجاتی۔ آپ کے والدین چھٹ پن ہی مین گذر گئے تھے اور اونکے مرنے کے چالیس برس بعد خدا کا کلام نازل ہوا تھا تو صاف ظاہر ہے کہ یہ خطاب بھی امت ہی کی طرف ہے اور سوائے اسکے اور آیتین جو بیان کی گئی ہین مثلاً لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ کہ اسراف نکر اور اپنے ہاتون کو باندھ نہ لے۔ یعنی بخل نکر اور نہ زیادہ فضولی انمین سے کوئی ایک بھی ایسی نہین ہے کہ مخصوص آنحضرت صلعم سے ہو۔ باوجودیکہ سب خطاب بصیغۂ واحد آنحضرت صلعم کی طرف کئے گئے ہین اور انمین کوئی موقع اور محل شیعون کو بھی انکار کا نہین ہے۔ پس ان تمام آیتون مین سے صرف ایک آیت کو مخصوص کرنا آنحضرت صلعم سے بغیر کسی مرجح اور مخصص وجہ کے قابل مضحکہ ہے۔ خصوصاً جبکہ آیہ وآت ذالقربی کی پہلی آیت کو دیکھاجاے جس مین والدین کے ساتھ احسان کرنیکا حکم ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک سلسل بیان اوس کا ہے جو ہدایت انسان کو اخلاق اور احسان اور صلہ رحم اور ادائے حقوق کے متعلق کی گئی ہے۔ اسمین اول بیان کیا کہ خدا کے سوا دوسرے کی عبادت نکرنی چاہیے اوسکے بعد بتایا کہ مان باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا لازم ہے۔ اوسکے بعد فرمایا قرابتدارون اور مسکینون

اور مسافرون کے حق ادا کرنے چاہئین اور پھر اوسکی ساتھ اعتدال کی بھی ہدایت فرمائی کہ بخشش
ایسی ہو کہ اسراف کے درجے پر پہونچ جاے اور نہ ایسا بخل کہ آدمی اپنے ہاتھ باندھ لے اور پھر
اوسکے ساتھ یہ بھی کہ اگر اتنی استطاعت نہو کہ اونکے ساتھ کچھ سلوک کیا جا سکے تو اون سے
اخلاق اور نرمی سے بات چیت کرنی چاہیے جیسا فرمایا ہے فَقُل لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا ۝ اگر آیہ وآت
ذا القربی مین مراد خدا کی یہ ہوتی کہ فدک فاطمہؑ کو دیدیا جاے تو معلوم نہین کہ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۝
کیون کہا جاتا۔ اور پھر تبذیر کی برائی اور اوسکا خوف بھی نہایت سخت لفظون مین کہ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ
كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ کیون دلایا جاتا۔ اور یہ کیون کہا جاتا کہ اگر تمھارے پاس دینے کو نہو تو انسے
وعدہ ہی کر لو کہ جب خدا تمکو دیگا تو تم اون سے سلوک کروگے۔ اگر کوئی اس آیت کو ہبہ فدک کے
متعلق سمجھے تو آیہ وَإِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّن رَّبِّكَ تَرْجُوهَا فَقُل لَّهُمْ قَوْلًا
مَّيْسُورًا ۝ اس موقع پر مہمل ہوئی جاتی ہے۔ مفسرین شیعہ نے بھی اس آیت کے وہی
معنی لکھے ہین جس سے ہمارے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ صاحب مجمع البیان طبرسی فرماتے
ہین وَإِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ای وان تعرض عن هولاء الذین امرتك باداء حقوقهم
عند مسالتهم ایاك لانك لا تجد ذلك حیاء منهم ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّن رَّبِّكَ تَرْجُوهَا
ای لتبتغی الفضل من الله والسعة التی یمکنك معها البذل بامل تلك السعة و
ذلك الفضل فَقُل لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا ۝ ای عدهم عدة حسنة وقل لهم
قولا سهلا لینا یتیسر علیك وروی ان النبی کان لما نزلت هذه الایة اذا اسئل ولم یکن
عنده ما یعطی قال یرزقنا الله وایاکم من فضله یعنی اگر ان لوگون کے حقوق ادا کرنے اور
اونکے دینے سے تم مجبور ہو اور اونکے سوال پورا کرنے کے لیے تمھارے پاس کچھ نہو اور
شرم کے مارے اونسے اعراض کرو تو تمھین چاہیے کہ خدا کے فضل پر امید رکھکر اونسے وعدہ
کرو اور اچھے لفظون مین اونسے کہدو کہ جب خدا تمھین دیگا تو تم اونکے ساتھ سلوک کروگے۔
اور پیغمبر خدا صلعم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد یہی کیا کرتے کہ جب آپسے سوال کیا جاتا

اور آپکے پاس کچھ دینے کو نہو تا تو یہ فرماتے کہ اللہ اپنے فضل سے ہمکو اور تمکو رزق دے۔

یہ بیان تو سورۂ بنی اسرائیل کا کیا گیا۔ اب سورۂ روم پر غور کرنا چاہیے کہ وہان یہ آیت کس موقع پر آئی ہے۔ آیات ماقبل و مابعد یہ ہین وَاِذَآ اَذَقۡنَا النَّاسَ رَحۡمَةً فَرِحُوۡا بِهَا ؕ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ اِذَا هُمۡ يَقۡنَطُوۡنَ ۝ اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ۝ فَاٰتِ ذَا الۡقُرۡبٰى حَقَّهٗ وَالۡمِسۡكِيۡنَ وَابۡنَ السَّبِيۡلِ ؕ ذٰلِكَ خَيۡرٌ لِّلَّذِيۡنَ يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۝ یعنی جب لوگون کو ہم رحمت پہونچاتے ہین تو وہ اوس سے خوش ہوجاتے ہین۔ اور اگر اونکے اعمال کے سبب اونکو کوئی برائی پہونچ جاتی ہے تو وہ ناامید ہوجاتے ہین کیا وہ نہین دیکھتے کہ اللہ تعالی جسکو چاہتا ہے روزی فراخ دیتا ہے اور (جسکو چاہتا ہے) کم دیتا ہے۔ اسمین نشانیان ہین ایمان والون کے لیے۔ پس دے رشتہ دار کو اوسکا حق اور مسکین اور مسافر کو۔ یہ بہتر ہے اون لوگون کے لیے جو اللہ کی رضامندی چاہتے ہین اور یہی لوگ مراد کو پہونچنے والے ہین۔

اسمین بھی تخصیص باطل ہوتی ہے کیونکہ خدا تعالی نے اسکو اسطرح پر شروع کیا ہے کہ اللہ کو اختیار ہے جسکو چاہے روزی فراخ دے اور جسپر چاہے تنگ کرے۔ یہ مضمون عام ہے اسی پر آگے چلکر تفریع کی ہے اور فرمایا ہے کہ ای پیغمبر تو قرابتیون اور مسکینون اور مسافرون کو اونکا حق دیتا رہ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسمین تعمیم مراد ہے۔ خصوصاً اس آیت کے اخیر لفظون سے تو تعمیم مین کوئی شک ہی نہین باقی رہتا۔ اور وہ الفاظ ہین ذٰلِكَ خَيۡرٌ لِّلَّذِيۡنَ يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۝ کہ یہ بات بہتر ہے اون لوگون کے لیے جو خدا کی رضامندی چاہتے ہین اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہین۔ یہ ارشاد اوسی وقت باموقع اور برمحل صحیح ہوسکتا ہے جبکہ حکم عام ہو اور خطاب مومنین سے۔ ورنہ قرآن جو ایک کلام فصیح و بلیغ ہے مہمل سمجھا جائیگا۔ اسلیے کہ آنحضرت صلعم کی نسبت تو یہ گمان ہو ہی نہین سکتا کہ

وہ اون حقوق کے دینے مین تامل فرماتے یا اونکو اس حکم پر عمل کرنے کے لیے ترغیب اور ترہیب کی ضرورت ہوتی اور ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥ کہنے کی خدا کو کیا ضرورت پڑتی۔ یہ اوسی وقت باموقع سمجھا جاسکتا ہے جبکہ خطاب عام ورمومنین کی طرف سمجھا جاے کہ امت ہی کے لوگ ایسے ہوتے ہین جنکو پورے طور پر حقوق ادا کرنے کے لیے ترغیب وترہیب کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ذاتی اغراض اور شخصی محبت کو دخل نہ دینے کے لیے اس قسم کے بیان سے اون کو نصیحت کیجاتی ہے۔ پس جو شخص ذرا بھی قرآن کو غور سے دیکھے گا اور اس آیت کے ماتقدم اور ماتاخر اور طرز بیان اور سیاق عبارت پر نظر کریگا وہ ذرا شبہ نہین کر سکتا کہ قربیٰ سے عام رشتہ دار مراد ہین۔ کما قیل انہ خطاب لہ ولغیرہ والمراد بالقربی قرابۃ الرجل وھو امر بصلۃ الرحم بالمال۔

وجہ سوم یہ کہ اگر شیعون کے خیال کے موافق تسلیم کیا جاے کہ آیہ وات ذاالقربی حقہ مین ذاالقربیٰ سے مراد فاطمہؓ اور حقہ سے مراد فدک ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کے حکم کی پوری تعمیل یا تو آنحضرت صلعم نے معاذاللہ خود نہین کی یا خدا نے نہین کرائی۔ اسلیے کہ اس آیت مین تین لوگون کے حق ادا کرنیکا حکم دیا گیا ہے ایک ذوالقربیٰ دوسرے مسکین تیسرے مسافر ذوالقربیٰ کی نسبت تو شیعون نے یہ بات بنائی کہ آپ اسکے معنی نہین سمجھے اور جبریلؑ سے پوچھنے پر مجبور ہوے۔ اور وہ بھی اوس سے جاہل تھے اونکو بھی خدا سے پوچھنا پڑا اور خدا نے بتایا کہ ذوالقربیٰ فاطمہؓ ہین اور اونکا حق بھی دریافت کرلیا اور ادا بھی کردیا گیا مگر باقی اشخاص ویسے ہی محروم چھوڑے گئے۔ پھر ذوالقربیٰ کا حق جسطرح ادا کیا گیا وہ بھی سمجھ مین نہین آتا اسلیے کہ لفظ تو ذوالقربیٰ کا عام ہے اور سب رشتہ دارون کو شامل۔ اور تخصیص کردی گئی صرف ایک کی۔

سواے اسکے ذوالقربیٰ کا لفظ قرآن مجید مین اسی آیت مین نہین آیا بلکہ تیرہ جگہ متعدد آیتون اور مختلف سورتون مین آیا ہے۔ اور ایسے موقع پر آیا ہے جہاں کہ اداے حقوق کی ہدایت اور اوسکی ترغیب ہے اور اکثر اوسکے ساتھ دیگر اشخاص مساکین اور ابن السبیل وغیرہ

شریک ہین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہان جہان ایسے موقع پر یہ لفظ آیا ہے وہان مراد ان سب کے ساتھ نیکی کرنا اور اونکی خبر لینا اور اونکی مدد کرنا ہے۔ مثلاً سورۂ بقر مین خدا تعالی فرماتا ہے وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ لَا تَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰہَ وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَقُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا وَّاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّیۡتُمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡکُمۡ وَاَنۡتُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ۝ یعنی جبکہ عہد لیا ہمنے بنی اسرائیل سے کہ خدا کے سوا کیسکی عبادت نکرنا۔ اور ماں باپ اور رشتہ دارون اور یتیمون اور غریبون کے ساتھ سلوک کرنا۔ اور لوگون سے اچھی بات کہنا۔ اور نماز پڑھنا اور زکوۃ دینا۔ پھر تم پھر گئے اس عہد سے مگر تم مین سے چند لوگ۔ اور اب بھی تم اعراض کرتے ہو۔

اس آیت مین بیان ہے کہ بنی اسرائیل سے ہمنے ان باتون کا عہد لیا تھا کہ خدا کے سوا عبادت نکرنا اور ماں باپ کے ساتھ نیکی اور رشتہ دارون اور یتیمون اور مسکینون کے ساتھ بھلائی۔ اور سب سے اچھی بات کرنا مگر اونھون نے اس عہد کو توڑ ڈالا چونکہ بنی اسرائیل نے اس عہد کو توڑ دیا تھا اسلیے خداوند تعالے نے اس موقع پر اس کا ذکر اسلیے کیا کہ آنحضرت صلعم کی امت کو تنبیہ ہو کہ وہ ایسا نکرے۔ اور پھر اوسکی تشریح اور تصریح سورۂ بنی اسرائیل مین کر دی یعنی بتا دیا کہ جن باتون کا بنی اسرائیل سے عہد لیا گیا تھا وہ اونھین کے ساتھ مخصوص تھین بلکہ حسن اخلاق اور حسن معاشرت اور حسن معاملے کے لیے یہ باتین ہر انسان پر لازم ہین اور اونکا کرنا ضروری ہے اور پھر اونھین باتون کو آنحضرت صلعم کو مخاطب کرکے آپ کی امت کو بتایا اور ان لفظون سے وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا الخ فرمایا۔ کہ خدا نے تمھارے اوپر لازم اور واجب کر دیا ہے کہ اوسکے سوا دوسرے کی عبادت نکرو اور والدین کے ساتھ احسان اور ذوالقربی اور مسکین اور ابن سبیل کا حق ادا کرو۔ گویا یہ آیتین اونھین آیتونکا صاف صاف بیان ہین جو سورۂ بقر مین بنی اسرائیل پر واجب کی گئی تھین۔ وہان و اذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل فرمایا اور یہان وقضی ربک جسکے معنی قریب قریب

ایک ہوئے ہین یعنی ان باتون کا کرنا واجب کردیا گیا پھر وہان فرمایا لا تعبدون الا اللہ اور یہان ارشاد کیا ان لا تعبدوا الا ایاہ پھر وہان تو فرمایا تھا وبالوالدین احسانا یہان بھی وہی فرمایا وبالوالدین احسانا اور اوسکی اور بھی زیادہ تشریح کردی اور احسان کا ادنی درجہ تک بھی بیان کردیا کہ اونسے اُف تک نکہو۔ پھر وہان بیان فرمایا وذی القربی والیتمی والمسکین یہان فرمایا وآت ذا القربی حقہ والمسکین وابن السبیل اور پھر اعتدال کی بھی یہان نصیحت فرمائی کہ لا تبذر تبذیرا الخ اور پھر وہان فرمایا وقولوا للناس حسنا اور یہان فرمایا فقل لهم قولا میسورا پس دیکھو کیسا مسلسل اور مرتب بیان ان دونون آیتون کا ہے ۔ اور سورۂ بنی اسرائیل کی آیتین کیسی تشریح اور تصریح اونھین احکام کی ہین جو بنی اسرائیل کو دیے گئے تھے۔

ذو القربی کا لفظ سورۂ بقر مین ایک اور آیت مین آیا ہے اور وہ یہ ہے لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ یعنی نیکی یہ نہین ہے کہ تم پورب پچھم کی طرف موتہہ کرلو بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ اور آخرت اور فرشتون اور کتاب اللہ اور پیغمبرون پر ایمان لاے ۔ اور خدا کی محبت مین مال رشتہ دارون اور یتیمون اور غریبون اور مسافرون اور مانگنے والون کو اور غلامون کے آزاد کرنے مین دے۔

اسمین بھی برّ اور احسان کا بیان حق تعالی فرماتا ہے ۔ اور گویا یہ بھی دوسری لفظون مین اونھین احکام کا تذکرہ ہے جو سورۂ بنی اسرائیل مین بیان کیے گئے ہین کہ نیکی یہی نہین ہے کہ اپنے موتہہ پورب پچھم کی طرف کرو بلکہ نیکی یہ ہے کہ خدا اور قیامت اور فرشتون اور کتاب اور پیغمبرون پر ایمان لاو ۔ اور خدا کی محبت مین اپنا مال ذوی القربی اور یتامی اور مساکین اور ابن سبیل اور سائلین کے دینے اور غلامون کے آزاد کرانے مین صرف کرو۔

سورۂ نسا مین بھی ذی القربی کا لفظ اسی موقع پر آیا ہے کما قال اللہ تعالی وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا یعنی عبادت کرو اسکی اور اوسکا شریک کسی کو مت کرو۔ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور رشتہ دار اور یتیم اور مساکین اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور دوست و رفیق اور مسافر اور باندی غلامون سے بھلائی کرو۔ اللہ کو اچھا نہین معلوم ہوتا وہ شخص جو اتراوے اور بڑائی کرے۔

اور سورۂ نحل مین بھی یہ لفظ آیا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ یعنی اللہ حکم دیتا ہے انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ دارون کے دینے کا اور منع کرتا ہے بی حیائی اور برے کام اور سرکشی کرنے سے۔ تمکو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔

ان تمام آیتون کے دیکھنے سے وہی ایک سلسلہ بیان کا اور وہی ایک قسم کی تعلیم احسان اور سلوک کی معلوم ہوتی ہے۔ جو سورۂ بنی اسرائیل مین بیان کی گئی ہے۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہی وہ اصل اصول اخلاق کے ہین جنکی تعلیم خدا کو منظور تھی اور جسکو طرح طرح سے بیان کیا۔ کبھی پچھلی امتون کے میثاق اور عہد کی یاد دلا کر۔ کبھی اوسکی خوبیان بتا کر۔ اور کبھی بطور حکم اور ہدایت کے۔ پس جبکہ لفظ ذی القربی کا متعدد جگہ آیا ہوا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکے معنی کبھی پہلے استفسار نفرمائے ہون تو اس موقع پر کوئی سبب معلوم نہین ہوتا کہ آنحضرت صلعم کو اس لفظ کے معنی پوچھنے کی ضرورت پیش آئی ہو۔ یا یہ لفظ جو اپنے عام معنو نمین استعمال کیا گیا ہو اور جس مین خطاب کا عام ہونا صاف ظاہر ہوتا ہو وہ ایک اس موقع پر ایسا مغلق اور مشتبہ ہو جاوے کہ آنحضرت صلعم کو اوسکے معنی معلوم نہون اور پھر اونکے ساتھ احسان کرنا اور اونکے حقوق کا ادا کرنا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے مخصوص سمجھا جاے اور تمام اقارب مین سے ایک ہی رشتہ دار مستثنی کرلیا جاے۔ یہ بات خدا کے رسول کی شان سے بہت بعید اور سیاق قرآن کے بالکل مخالف اور عام ہدایت کے سراسر متناقض ہے۔

سورۂ انفال مین بھی ذوالقربی کا لفظ آیا ہے کما قال اللہ تعالی وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ الآیہ کہ جو کچھ غنیمت مین تمھارے ہاتھ آے اوسکا پانچوان حصہ خدا اور رسول اور ذی القربی اور یتامی اور مساکین اور مسافرین کے لیے ہے۔ اس آیت پر اگر حضرات امامیہ غور فرمائین تو اونکو اس کہنے مین کہ آیہ وآت ذاالقربی حقہ دینے مین خیبر کے فتح ہونیکے بعد نازل ہوئی بہت مشکل پیش آئیگی بلکہ اونکا سارا عنکبوتی گھر برباد ہوجاے گا۔ اسلیے کہ کوئی اس باب مین شبہ نہین کرسکتا کہ آیہ وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ فتح خیبر سے پہلے نازل ہوئی۔ اسلیے کہ غنیمت کا مال خیبر کے فتح ہونے سے پہلے آیا کرتا تھا اور اوسکی تقسیم ہوا کرتی تھی اور اس آیہ واعلموآ انما غنمتم مین اوسکی تفصیل یہی ہے۔ پس جنگ بدر سے لیکر خیبر کے فتح ہونے تک پیغمبر خدا صلعم آیہ واعلموآ انما غنمتم کے مطابق غنیمت کے حصے مین سے اقارب اور مساکین اور مسافرین کو اونکے حقوق دیا کرتے تھے۔ اور دینا ہو نہین سکتا جبتک کہ معلوم نہو کہ اقارب اور مساکین وغیرہ کون ہین اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم کو ذوالقربی کے معنی اور یہ کہ اقارب کون ہین معلوم تھے تو بعد خیبر کے فتح ہونے اور فدک ملنے کے آنحضرت صلعم کو جبریل سے ذوالقربی اور حقہ کے معنی دریافت کرنیکی کیا ضرورت ہوئی اگر ضرورت ہوتی تو اس آیہ واعلموآ انما غنمتم کے نازل ہونے کے وقت ہوسکتی تھی۔ تاکہ غنیمت کی تقسیم مین غلطی نہو اور اگر تسلیم کیا جاے کہ آیہ وآت ذاالقربی مین مراد ذی القربی سے صرف حضرت فاطمہؑ ہین تو آیہ واعلموآ انما غنمتم مین بھی جو لفظ ذی القربی کا آیا ہے اوس سے بھی مراد حضرت فاطمہؑ ہونگی اور خمس بھی صرف اونھین کا حق ہوگا۔ اور بجز اونکی اولاد کے تمام بنی ہاشم خمس سے